توکل علی اللہ

اہمیت وضرورت اور غلط فہمیوں کا ازالہ

جمع وترتیب

مجاهد الاسلام سنابلی

زیر تعلیم : جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ، سعودیہ عربیہ

ناشر

مرکز الدعوة الاسلامية والخيرية

سونس، کھیڈ، رتنا گری، مہاراشٹر

سلسلۂ اشاعت نمبر ۲۹

نام کتاب	:	توکل علی اللہ: اہمیت وضرورت اور غلط فہمیوں کا ازالہ
مولف	:	مجاہد الاسلام سنابلی
کمپوزنگ	:	محمد شعیب الرحمن (صوبائی جمعیت ممبئی)
طباعت	:	A1/ گرافکس اسٹوڈیو
صفحات	:	88
ایڈیشن	:	پہلا
سنہ اشاعت	:	ربیع الاول ۱۴۳۹ھ مطابق دسمبر ۲۰۱۷ء
تعداد	:	2/ ہزار
قیمت	:	
ناشر	:	مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ، سونس، کھیڈ، رتنا گیری

ملنے کے پتے:

- مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ:

بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینۃ انگلش اسکول، مہاڈ ناکہ، کھیڈ، ضلع: رتنا گری-415709،

فون:02356-264455

- دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی:

14-15، چونا والا کمپاؤنڈ، مقابل کرلا بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ)

ممبئی-400070 ٹیلیفون:022-26520077

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آله وصحبه أجمعین و بعد۔

قال اللہ تعالیٰ: (قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ)(التوبة:٥١)

(اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ ہمیں سوائے اس کے جو اللہ نے ہمارے حق میں لکھ رکھا ہے کوئی چیز پہنچ ہی نہیں سکتی وہ ہمارا کارساز اور مولا ہے مومنوں کو تو اللہ کی ذات پاک پر ہی بھروسہ کرنا چاہیئے۔

الحمدللہ یہ بات منافقین کے جواب میں مسلمانوں کے صبر وثبات اور حوصلے کیلئے کہی جارہی ہے کیونکہ ایک مردمومن کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ اللہ کی طرف سے مقدر کام ہر صورت میں ہونا ہے اور جو بھی بھلائی یا مصیبت ہمیں پہنچتی ہے اسی تقدیر الٰہی کا حصہ ہے تو انسان کیلئے مصیبت کا برداشت کرلینا آسان ہوجاتا ہے اور اس کے عزم وحوصلے میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک رکن تقدیر الٰہی پر ایمان لانا بھی ہے اور جب اسے نوشتۂ تقدیر پر کامل یقین ہوجاتا ہے تو اس کا ایمان کبھی متزلزل نہیں ہوتا جب اسے خیر وبھلائی پہنچتی ہے تو وہ رب کا شکر گزار ہوتا ہے اور اس کا جذبۂ تشکر اسے مزید نعمتوں سے ہمکنار کرتا ہے اور جب وہ کسی مصیبت سے دوچار ہوتا ہے تو فوراً رب کائنات کی طرف رجوع کرتا ہے صبر وثبات پر قائم رہتے ہوئے اس کے ازالے کی تدبیر کرتا ہے اور اسے کامل یقین ہوتا ہے کہ جس رب نے مجھے مصائب سے دوچار کیا ہے وہی اس سے نجات بھی دے گا کیونکہ ایک مردمومن کو تعلیم دی گئی ہے:

''اچھی طرح جان لو! کہ اگر پوری امت مل کر بھی تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے تو اس سے بڑھ کر نہیں پہنچا سکتی جتنا کہ اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور اگر پوری امت بھی تم کو نقصان پہنچانا چاہے تو تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتی مگر جتنا اللہ نے تمہارے لئے مقدر کردیا ہے''۔(ترمذی)

پتہ چلا کہ خیر وعافیت ہو بھلائی یا حصول نعمت ہو اسی طرح برائی مصائب شدائد وغیرہ یہ سب ہمارے مقدر سے وابستہ ہیں اور یہ خود سے اثر انداز نہیں ہوتے بلکہ وہ حکم الٰہی کے پابند ہیں اور اس میں بھی کوئی دوسرا دخیل وشریک نہیں ہے ایک مومن مرد اور مومنہ عورت کا توکل کامل بھروسہ واعتماد اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے کیونکہ وہ اسے کارساز سمجھتا ہے عقیدے کی پختگی اور دلوں میں پیوست ایمان اس کی حفاظت کرتا ہے اور ہر حال میں وہ راضی برضا رہتا ہے حالات ناسازگار کیوں نہ ہوں بڑے بڑے دل شکن سانحات کیوں نہ پیش آئیں وہ کبھی حوصلہ نہیں ہارتا رب کی رحمت سے کسی بھی حال میں مایوس نہیں ہوتا عائلی یا گھریلو مسائل ہوں ملک ووطن کے مخدوش حالات ہوں یا روزی روٹی کا مسئلہ درپیش ہو وہ کبھی نہ گھبراتا ہے نہ شکوہ وشکایت سے خود کو اور دوسروں کو رنجیدہ کرتا ہے نہ اپنے اظہار غم سے دوسروں کو غمگین کرتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس کا اصل مسئلہ رب کائنات سے وابستہ ہے اور اس کا حل بھی اس کے پاس ہے جسے قرآن کریم میں جگہ جگہ ذکر کیا گیا ہے ایک جگہ رب کی خلاقیت اور اختیارات کو اس طرح پیش کیا گیا: (لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ)(شوریٰ:۴۹-۵۰)

آسمانوں کی اور زمینوں کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے یا انہیں جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی۔ اور جسے چاہے بانجھ کر دیتا ہے وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔

ان دونوں آیتوں میں بڑے واضح انداز میں سمجھا دیا گیا ہے کہ زمین وآسمان میں حکومت وسلطنت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے وہ اپنی مرضی سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے کسی کو صرف لڑکیاں دیتا ہے کسی کو صرف لڑکے دیتا ہے اور کسی کو لڑکے اور لڑکیاں دونوں عنایت کرتا ہے اور کسی کو کچھ نہ دے کر اس کی کوکھ کو بانجھ بنا دیتا ہے یہ اس کے فیصلے اور علم وقدرت کی بات ہے اس میں اس کا کوئی شریک وسہیم نہیں ہے وہ اسے بڑے منظم ڈھنگ اور بہترین

اسلوب سے بحسن وخوبی سر انجام دے رہا ہے مگر انسان بڑا بے صبرا اور جلد باز ہے وہ رب کائنات کی حقیقت کو سمجھ نہیں پاتا اور جلد بازی میں وہ کام کرنے لگ جاتا ہے جو اس کا مقدر نہیں ہے مگر ایک مرد مومن جلد باز اور عجلت پسند نہیں ہوتا وہ تو ہر طرح سے اللہ پر توکل کرتا ہے قضاو قدر پر مکمل ایمان رکھتا ہے اور اللہ کی رحمتوں کی آس لگائے زندگی گزارتا ہے ناامیدی اور مایوسی کو اپنے قریب نہیں آنے دیتا۔

ایک عام انسان اور مرد مومن دونوں کو اولاد کی طلب ہوتی ہے مگر دونوں میں بڑا نمایاں فرق ہوتا ہے ایک عام انسان یا کمزور عقیدے کا مسلمان دو چار سال انتظار کرتا ہے اگر اولاد پیدا نہ ہوئی تو پیروں فقیروں کی نذر ومنت شروع کر دیتا ہے مختلف درگاہوں اور مزاروں کا چکر لگانے لگتا ہے ساس بھی طعنے دینا شروع کر دیتی ہے تعویذ گنڈے کا سہارا لیا جاتا ہے نجومیوں اور کاہنوں سے قسمت کا حال معلوم کیا جاتا ہے مگر پختہ عقیدے کا حامل مسلمان اللہ پر توکل کر کے بیٹھا رہتا ہے اسباب وتدابیر اختیار کرتا ہے اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیتا ہے کیونکہ اسے اچھی طرح معلوم ہے تقدیر کا بنانے اور بگاڑنے والا اللہ تعالیٰ ہے اسی سے لولگاتا ہے دعائیں کرتا اسی کے سامنے گڑگڑاتا ہے ابراہیم اور زکریا علیہما السلام کے واقعات اس کی نظروں کے سامنے ہوتے ہیں اسی لئے وہ بددلی اور مایوسی کا شکار نہیں ہوتا اور ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے۔

اسے ایک مثال سے سمجھئے کہ زید اور ہندہ کی شادی ہوتی ہے انھیں نہیں معلوم کہ ان کی تقدیر میں کیا ہے لیکن اللہ کی مشیت میں یہ مقدر ہے کہ شادی کے دسویں سال اسے اولاد ہوگی اب یہ لوگ اولاد کی تلاش میں ادھر ادھر درگاہوں، مزاروں اور باباؤں کے پاس جانا شروع کر دیتے ہیں مختلف پیروں اور صالحین سے نذر ماننا شروع کر دیتے ہیں اسی طرح وہ سرگرم و پریشان رہتے ہیں اور اولاد نہیں ملتی۔

مگر جب دسواں سال شروع ہوتا ہے اور تقدیر الٰہی میں وہی وقت اسے اولاد ملنے کا ہوتا ہے تو اس وقت وہ جہاں جاتا ہے جس سے منت وسماجت کرتا ہے اور پھر اسے اولاد ملتی ہے تو اس کا عقیدہ پختہ ہو جاتا ہے کہ فلاں بزرگ نے یا فلاں پیر نے یا فلاں درگاہ پر چادر چڑھانے

سے میری مراد پوری ہوگئی اب وہ بڑا خوش ہوتا اور ہونے والی اولاد کا نام بھی اسی نسبت سے مرتضیٰ بخش، رسول بخش، حسین بخش یا فلاں بخش رکھ دیتا ہے حالانکہ وہ بھول جاتا ہے کہ اگر اللہ نے ہندہ کو بانجھ بنایا ہوتا تو دنیا کی کوئی طاقت اسے اولاد نہیں دے سکتی تھی ہاں ہندہ کے مقدر میں اللہ نے اولاد تاخیر سے لکھی تھی اور وہ وقت پر ہی پیدا ہوتی ہے مگر زید نے اپنا ایمان وعقیدہ برباد کرڈالا کیونکہ اس کے ایمان میں پختگی نہیں تھی۔

اگر ایمان میں پختگی ہوتی تو وہ اپنی تقدیر پر مکمل بھروسہ کرتا باباؤں، پیروں، فقیروں، درگاہوں اور مزاروں کا چکر نہ لگاتا کیونکہ اولاد کا دینا نہ دینا یہ رب کائنات کا خاصہ ہے اس نے جس سال جس گھڑی میں آپ کے لئے اولاد مقدر کیا ہے وہ نہ تو جلدی دنیا میں آسکتی ہے نہ اس میں تاخیر ہوسکتی ہے اس کو قضاوقدر کہتے ہیں اور اس پر مکمل اعتبار واعتماد توکل کہلاتا ہے اور مومن کی ایک صفت توکل بھی ہے۔

ہمارے ایک دوست اور مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ سونس کے ممبر جناب جاوید آدم سروے کی شادی دسمبر 2003 میں ہوئی کافی عرصہ گزر گیا انھیں کوئی اولاد نصیب نہ ہوسکی الحمدللہ ان کا اعتماد وتوکل اللہ پر بڑا مضبوط اور پختہ رہا ہے مایوس کن حالات اور صبر آزما لمحات میں بھی مستقل مزاجی سے زندگی کے شب وروز گزارتے رہے لوگوں نے حسب دستور مشورے دیئے ادھر ادھر جانے کی راہوں کی نشاندہی کی مگر اللہ کے فضل وکرم سے وہ اپنی جگہ قائم رہے اللہ سے لو لگاتے رہے دعائیں کرتے رہے بالآخر تیرہ سالوں کے بعد اللہ نے انھیں ایک نرینہ اولاد دے کرلیا اور وہ اپنی بات پر توحید پر ایمان قضاوقدر پر قائم رہے اللہ نے اولاد دیکر ان کے ایمان وعقیدے کو مضبوط سے مضبوط تر کردیا اور وہ علی اللّٰہ فلیتوکل المومنون کی زندہ ایک تفسیر بن گئے۔

ایک مرد مومن کی زندگی میں امتحان وآزمائش کا لامتناہی سلسلہ بھی ہوتا ہے اللہ اپنے بندوں کو آزماتا بھی رہتا ہے اولاد زندہ نہ رہ سکی وہ سرمایۂ آخرت ہوگئی ایسے عالم میں بھی انھوں نے صبر وثبات کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اللہ تعالیٰ انہیں اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔آمین

اولاد پیدا نہیں ہوئی تھی محض آثار نظر آرہے تھے تو اس نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور یہ عندیہ ظاہر کیا کہ بہت سے لوگ اللہ پر توکل کے بجائے حصول اولاد کے لئے جلد بازی کرتے ہیں بے صبری اور بدعقیدگی کا مظاہرہ کرتے ہیں میں اپنی طرف سے ایک ایسی کتاب چھپوا کر مفت تقسیم کرنا چاہتا ہوں جس میں توکل کی حقیقت بیان کی گئی ہو اور توکل کے سلسلے میں جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں ان کا ازالہ بھی ہوتا کہ عوام الناس پر توکل کی حقیقت کھل کر سامنے آسکے۔

مولانا انور یوسفی رخصت پر گھر جارہے تھے میں نے ان سے اس کا تذکرہ کیا انھوں نے اپنے صاحبزادے مجاہدالاسلام سنابلی مبلغ مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کے ذمے یہ کام لگادیا اور کہا میں آکر نظر ثانی کرلوں گا۔

الحمدللہ مجاہد الاسلام سنابلی نے توکل کے موضوع پر کتابچہ تیار کردیا ادھر مدینہ یونیورسٹی میں ان کا داخلہ بھی ہوگیا اور وہ ماہ ستمبر ۲۰۱۷ء میں مرکز سے سبکدوش ہوکر چلے گئے اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں مزید نکھار پیدا کرے۔

میں شکر گذار ہوں فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی اور فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا جنھوں نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود اس کتاب پر نظر ثانی فرمائی حک واضافہ اور مفید مشوروں سے نوازا۔

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کی طرف سے یہ کتابچہ پیش کرتے ہوئے میں بڑی مسرت محسوس کررہا ہوں کہ ان شاء اللہ اس کے ذریعہ ان لوگوں کی ضرور اصلاح ہوگی جو توکل کے بارے میں غلط فہمی کے شکار ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اسباب وتدابیر اختیار کئے بغیر محض تقدیر پر مکمل بھروسہ کرکے بیٹھ جانا چاہئے اور اس کا نام وہ توکل رکھتے ہیں جبکہ یہ توکل نہیں ہے بلکہ توکل تو اسباب کے اختیار کرنے اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دینے کا نام ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اونٹ کو باندھ کر رکھ اور اللہ پر توکل کر۔

ابو محمد مقصود علاؤ الدین سین
ناظم اعلیٰ مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ
یکم دسمبر ۲۰۱۷ء سونس کھیڈ، رتنا گیری

پیش لفظ

از: فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

الحمدلله رب العالمين، والصلوٰة والسلام على خاتم النبين، محمد وعلى آله و صحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

ہر کلمہ گو مسلمان کا یہ دعویٰ ہے کہ خالق و مالک اور مربی اللہ ہے، ہر طرح کا نفع ونقصان اسی کی مشیئت سے ہے، عطا اور محروم کرنے والا وہی ہے اسی کا حکم کائنات کے ذرہ ذرہ اور چپہ چپہ پر چلتا ہے: (أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ) اور اس دعا: ''اللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ ولا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ ولا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ'' سے ہم اسی عقیدہ کا اعلان کرتے ہیں۔ اس عقیدہ وایمان کی بنیاد پر ہر مومن پر یہ لازم ہوجاتا ہے کہ حصول منفعت ودفع مضرت میں اللہ ہی پر سچا بھروسہ رکھے جیسا کہ مومنین کے لئے حکم ربانی ہے:

(وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ) (المائدۃ: ۲۳)

اس دنیا میں مصائب وفتن کسی بھی نوعیت کے ہوں معاشی، مذہبی، سماجی، سیاسی، یا انفرادی واجتماعی ہر طرح کی مشکل میں ان سے نجات کے لئے تمام ممکنہ اسباب کو استعمال کرتے ہوئے یہی یقین ہو کہ نجات دہندہ اور مشکل کشا اللہ ہی ہے، لاحق تکالیف پر بھی اس ایمان کا اظہار کریں۔ (قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ) (التوبہ: ۵۱)

مومن اسباب کے استعمال کے ساتھ نتیجہ اللہ پر چھوڑتا ہے اس کا یقین ہوتا ہے کہ مشیئت باری تعالیٰ کے بغیر اسباب کام نہیں کریں گے کیونکہ مسبب الاسباب وہی ہے اس لئے جب وہ چاہتا ہے بلا ظاہری ودنیوی اسباب کے اپنے فیصلے نافذ کرتا ہے۔

ع کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ

مومن کا اس بات پر کامل بھروسہ ہوتا ہے کہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے جو بھی فیصلے ہیں وہ رحمت وکرم اور عدل کے ہیں اس پر رب العالمین اس کی اپنی ماں سے بھی زیادہ مہربان ہے اسی لئے وہ اللہ پر توکل کے ساتھ سب سے زیادہ محبت کرتا ہے (وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ) آج جب ہر طرف مادیت اور اسباب پر ایمان بڑھتا جا رہا ہے ایمان باللہ اور اس کے تقاضے کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ رب سے اصل امید ویقین کے بجائے اغیار سے دل وابستہ ہو رہے ہیں عزیز مکرم مجاہد سنابلی سلمہ اللہ کی یہ عقدی کوشش قابل مبارکباد ہے۔ اس رسالہ کے ذریعہ آپ نے توکل کی اہمیت اور اس کی شرعی حیثیت کو علمی معیار پر پیش کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کوشش کو مفید بنائے، اور عزیز مکرم کو اس طرح کی مفید کوششیں مزید کرنے کی توفیق دے۔ مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کھیڈ اپنی دعوتی تربیتی اور اصلاحی کوششوں میں اپنا ایک امتیاز رکھتا ہے اس پیشکش پر مرکز خصوصی مبارکباد کا مستحق ہے۔ کیونکہ اصلاح عقیدہ میں اس کا بروقت یہ اقدام موجودہ وقت کا اہم تقاضہ ہے اللہ تعالیٰ ادارہ کی سرگرمیوں میں مزید ترقی دے، خالص توحید وسنت کی دعوت اور رد شرک و بدعت میں اس کے رول میں مزید برکت دے۔ **وصلی اللہ علی نبینا محمد و بارک وسلم.**

ممبئی

۲۳/نومبر ۲۰۱۷ء

۴/ربیع الاول ۱۴۳۹ھ

عبدالسلام سلفی

(امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

مقدمہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر توکل اوراس پر اعتماد وبھروسہ دراصل مخلصین اور سچے ایمان والوں کی نمایاں خصلت' اور انسانی زندگی کے نشیب و فراز، نامساعد حالات وظروف اور ابتلاءات ومصائب میں اللہ والوں کا عظیم الشان تکیہ وسہارا ہے' یہی وجہ ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انبیاء ورسل علیہم السلام اور صلحاء امت سمیت تمام ایمان والوں کو اپنی ذات پر اعتماد وتوکل کا حکم دیا ہے' اور جابجا توکل کرنے والوں کی مدح وثنا فرمائی ہے' اور انہیں اپنی کفایت کا وعدہ فرمایا ہے۔

لیکن آج کے مادی دور اور ظاہری اسباب ووسائل کی بہتات وفراوانی کے زمانہ میں عموماً لوگوں کا اعتماد وبھروسہ ان مادی وسائل پر کافی بڑھ گیا ہے' بلکہ کسی کام ومہم کی انجام دہی اور کسی نازک صورتحال سے نبرد آزما ہونے میں عموماً ہمارے دل ودماغ میں اللہ پر توکل وبھروسہ کا تصور کم ہی آتا ہے' جبکہ دوسری طرف ایک طبقہ ایسا بھی ہے جس نے محض ناکارگی اور نکماپن دوسرے لفظوں میں عاجزی ودرماندگی کو اللہ پر توکل سمجھ رکھا ہے! جبکہ دراصل افراط وتفریط کے یہ دونوں ہی پہلو توکل علی اللہ کے باب میں نصوص شریعت میں وارد توکل کے صحیح تصور اور خود توحید باری اور تقویٰ کی حقیقت کے منافی ہیں، چنانچہ از روئے شرع توکل میں تین باتیں ملحوظ خاطر رہنی چاہئے:

اولاً: اللہ عزوجل کی قدرت کاملہ، حکم ونافذ فیصلہ، عدم عجز، حول وقوت، عزت وغلبہ، اختیار وتصرف، حسب وکفایت وغیرہ صفات پر کلی اعتماد وبھروسہ' کہ اُس کی شان یہ ہے:

{ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ } [الأنفال: ۴۹].

ثانیاً: اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تابعداری کرتے ہوئے، حسب استطاعت ظاہری ومادی اسباب ووسائل کو بروئے کار لانا اور اپنانا خواہ کمزور اور بظاہر بے اثر ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امور کو اسباب سے متعلق رکھا ہے، چنانچہ ایوب علیہ السلام کو زمین پر پیر مارنے، مریم علیہا السلام کو کھجور کی شاخ ہلانے اور سائل کو اونٹنی باندھنے کا حکم وغیرہ اس کی واضح دلیلیں ہیں، اور اسی قبیل سے اہل یمن کی وہ غلط فہمی بھی تھی جس کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”كَانَ أَهْلُ اليَمَنِ يَحُجُّونَ وَلاَ يَتَزَوَّدُونَ، وَيَقُولُونَ: نَحْنُ المُتَوَكِّلُونَ، فَإِذَا قَدِمُوا مَكَّةَ سَأَلُوا النَّاسَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: {وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى} [البقرة: ١٩٧] (صحیح بخاری، حدیث ۱۵۲۳)

اہل یمن حج کرنے آتے تھے، لیکن اپنے ساتھ سامان سفر نہیں لاتے تھے، اور کہتے تھے: ہم اللہ پر توکل کرنے والے ہیں! اور جب مکہ پہنچتے تو لوگوں سے (بھیک) مانگتے، اس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: (اور اپنے ساتھ سفر خرچ لے لیا کرو، سب سے بہتر توشہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے)۔

ثالثاً: ظاہری اسباب ووسائل پر کلی اعتماد نہ کرنا، بلکہ اصل اعتماد وبھروسہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی پر رکھنا، کیونکہ وہی مسبب الأسباب ہے، اگر وہ اسباب اور ان کی تاثیر کے درمیان حائل ہو جائے تو اسباب ضائع اور تاثیر ناپید ہو کر رہ جائے گی، جیسا کہ اللہ سبحانہ نے اپنے خلیل پر آتش نمرود کی تاثیر کو اور اپنے ذبیح پر چھری کی تاثیر کو سلب کر لیا تھا۔

یہ توکل کی حقیقت اور اس کا صحیح تصور ہے جو مطلوبہ شروط کے ساتھ باذن اللہ مومن کی زندگی میں نتیجہ خیز اور بارآور ہوگا، بصورت دیگر توکل عجز ودرماندگی اور عاجزی توکل بن کر رہ جائے گی،

جسے بارے میں امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قَالَ بَعْضُ السَّلَفِ: لَا تَكُنْ مِمَّنْ يَجْعَلُ تَوَكُّلَهُ عَجْزًا، وَعَجْزَهُ تَوَكُّلًا"۔

بعض سلف نے کہا ہے: اُن لوگوں میں سے نہ ہونا جو اپنے توکل کو عاجزی اور اپنی درماندگی کو توکل بنالیتے ہیں۔ (مدارج السالکین، ابن القیم رحمہ اللہ (۳ / ۴۴۵)۔

بہر کیف زیر نظر رسالہ "توکل علی اللہ: اہمیت و ضرورت اور غلط فہمیوں کا ازالہ" توکل کے موضوع پر کتاب وسنت کے نصوص اور سلف امت کے اقوال وشواہد کی روشنی میں ایک مختصر اور جامع رسالہ ہے، جسے عزیز مکرم مجاہد الاسلام عبد الواحد سنابلی (متعلم جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ) سلمہ اللہ نے بڑی محنت اور تندہی سے مرتب کیا ہے عزیزم مجاہد دینی وعلمی ذوق وشوق کے حامل ایک سنجیدہ، مشرع اور حوصلہ مند نوجوان ہیں، اور یہ خوبیاں دراصل اللہ کی توفیق کے بعد ملک کے مایہ ناز تعلیمی وتربیتی مرکز جامعہ اسلامیہ سنابل کے چمنستان سے خوشہ چینی اور اُن کے والد، خطہ کوکن مہاراشٹرا کے سلفی داعی ومربی اور مختلف اصلاحی ومنہجی موضوعات پر دسیوں کتابوں کے مصنف شیخ عبد الواحد انور یوسفی حفظہ اللہ کی حسنِ تربیت کا عکس جمیل ہیں، فجزاہما اللہ خیراً۔

رسالہ بالاختصار موضوع کے بیشتر گوشوں کو محیط ہے، اور مستند دلائل اور حوالوں سے مزین بھی، جو ایک عمدہ کوشش ہے، میں نے اپنی بے بضاعتی کے باوجود ان کے والد اور برادر گرامی مقصود علاء الدین سین کے اصرار پر ایک طالبعلمانہ کوشش اور حوصلہ افزائی کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے، اس میں بعض ضروری اصلاحات کی ہے، میں اس کاوش پر انہیں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں ساتھ ہی امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی یہ کوشش جاری رکھیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو امت کے لئے مفید بنائے‘اس مادی دور میں صحیح معنوں میں اللہ پر توکل کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ارزانی بخشے، آمین۔

۲۵/نومبر ۲۰۱۷ء

ممبئی

خیر اندیش

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

(شعبہ نشر واشاعت‘صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حرف اول

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ أجمعین ومن تبعھم بإحسان إلی یوم الدین وبعد!

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید: (فَإِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰهُ ۖ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَهُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ)(التوبۃ:۱۲۹)

اللہ تعالیٰ نے مومنین باکمال کے جہاں بہت سے اوصاف کا تذکرہ فرمایا ہے وہیں صفت ''توکل'' کو بڑا نمایاں مقام حاصل ہے لیکن توکل کیا ہے؟ اس کی حقیقت اور اہمیت کیا ہے توکل ایک مسلمان کی زندگی میں کیا کردار ادا کرتا ہے اور توکل کے اثرات اس کی اخروی زندگی میں کس طرح سودمند ثابت ہوسکتے ہیں یہ تفصیل طلب باتیں ہیں جس پر ہر مسلمان کو غور وخوض کرنے کی ضرورت ہے۔قرآن وحدیث، آثار صحابہ اور اسلاف کی تعلیمات کی روشنی میں ہمیں اسے سمجھنا ضروری ہے۔

عوام الناس میں توکل کے بارے میں جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اس کے ازالے کے لئے علماء کرام کو آگے آنا چاہئے اور جس طرح شرک وبدعت، باطل رسومات اور رسم ورواج کے خلاف علماء لب کشائی اور امت کی رہنمائی کرتے ہیں اسی طرح اس موضوع کو بھی عوام الناس میں آسان زبان میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔

توکل کے اصلی معانی ومطالب کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے یہ عقیدہ ذہنوں میں بٹھالیں کہ اللہ بڑا کارساز ہے اللہ کو جو کچھ کرنا ہے وہ خود کرے گا ہم چپ چاپ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں یا کسی خانقاہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ جپتے رہیں، پردہ غیبی میں جو کچھ ہوگا مقدر کا لکھا ظاہر

ہوکر رہے گا ہمیں کسی طرح تگ ودو کرنے تدابیر اختیار کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں یہ کچھ نادان اور نام نہاد زاہدوں اور صوفیوں کی ہر دور میں خوش فہمی رہی ہے جس کی لپیٹ میں کم علم اور جاہل قسم کے مسلمان آتے رہے ہیں۔

جن لوگوں نے ترک عمل، ترک اسباب اور ترک تدابیر ہی کو توکل سمجھا ہے وہ خود گمراہ ہوئے اور بہتوں کو انھوں نے گمراہ بھی کیا ہے کیونکہ انھوں نے توکل کا مطلب ہی نہیں سمجھا ضرورت ہے کہ صحیح طور سے توکل کے معانی ومطالب کو مزید واضح کیا جائے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا صحیح حل بھی پیش کیا جائے توکل کا سیدھا سادا مطلب یہ ہے کہ جب آپ کسی کام کے سلسلے میں پختہ ارادہ کرلیں تو اس کی تکمیل کے لئے حلال ممکن کوششوں میں لگے رہیں اور اس کے خاطر خواہ نتائج کے لئے اللہ پر پورا اعتماد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے خود اسی کی تعلیم دی ہے قرآن ناطق ہے: (وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ) (آل عمران:۱۵۹)

اور کام کا مشورہ ان سے کیا کریں پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔ بیشک اللہ توکل رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

دیکھئے! اس آیت کریمہ میں توکل سے پہلے عمل میں مشورہ اور عزم کا ذکر ہے یعنی کسی بھی پیچیدہ مسئلہ میں اہل علم اور اہل دین سے مشورہ طلب کرو اور پھر سختی سے اس پر جم جاؤ، اور اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد و بھروسہ رکھو کیونکہ معاملات کی تکمیل اور اس کے نتائج کا سارا دار ومدار اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے تو یہ ناممکن ہے کہ اللہ پر آپ کا حسن اعتماد مجروح ہو جائے ہاں شرط یہ ہے کہ آپ سچے متوکل بن کر دکھایئے کسی بھی کام کو پورے عزم وارادہ اور مستعدی کے ساتھ انجام دے کر دکھایئے اللہ پر توکل کرنے والا کبھی نقصان نہیں اٹھاتا۔ کیونکہ حدیث نبوی ہے: ''لوأنكم كنتم توكلون على

اللہ حق توکلہ لرزقکم کمایرزق الطیر تغدوخماصا و تروح بطاناً''(الترمذی:۲۳۴۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اگر تم لوگ کما حقہ اللہ پر توکل کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ویسے ہی رزق دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ پرندے صبح کو اپنے آشیانوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں ترک عمل، ترک اسباب اور ترک تدابیر کرنے والوں کو توکل کا حقیقی مطلب سمجھنے کے لئے یہ حدیث رسول کافی ہے جو مثال پرندوں کی دی گئی ہے جس کا ہم روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں ہم ان کے گھونسلوں کو دیکھتے ہیں جس میں کسی طرح کا کوئی سامان نہیں ہوتا موسم کی سردی گرمی سے بچنے کے لئے وہ پرندے گھونسلوں میں رہتے ہیں لیکن صبح ہوتے ہی ان کی تسبیحات کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے انسان اللہ کی یاد سے غفلت برتتے ہوئے بستروں پر پڑا رہتا ہے اس وقت یعنی بالکل صبح سویرے یہ پرندے اپنے گھونسلوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور اپنی رزق کی تلاش میں نکل جاتے ہیں گھوم پھر کر اپنا خالی پیٹ بھر لیتے ہیں پلٹ کر آتے ہیں تو وہ خالی پیٹ نہیں ہوتے ان کا پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے اور انہیں اگلے دن کی کوئی فکر نہیں ہوتی ان کا اپنے پیدا کرنے والے پر اتنا توکل ہے کہ وہ صبح اٹھتے ہی اپنے مالک کی حمد وثنا کرتے ہیں اور تلاش رزق میں نکل جاتے ہیں۔

ان پرندوں سے انسانوں کو سبق لینے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے آشیانوں میں بیٹھ کر رزق کا انتظار نہیں کرتے انہیں پتہ ہے کہ ہمیں اپنا پیٹ بھرنے کے لئے گھونسلے سے نکلنا ہوگا اسی طرح ہر انسان کو سمجھنا چاہئے کہ گھروں میں بیٹھے رہنے سے من وسلویٰ کا نزول نہیں ہوگا اگر وہ توکل علی اللہ کے ساتھ ہاتھ پیر مارے گا تگ ودو کرے گا تو روزی ضرور ملے گی۔

کتاب ہدایت قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سب کی روزیوں کا ذمہ لیا ہے انسان تو

انسان زمین پر بسنے والے جانداروں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے :

(وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا)(ھود:٦)

''زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالیٰ پر ہیں''۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ زمین پر چلنے والے ہر مخلوق کو روزی دینے کا ذمہ دار اور کفیل ہے وہ انسان ہو یا جن۔ چرند ہو یا پرند، بحری ہو یا بری ہر ایک کو وہ اس کی نوعی یا جنسی ضروریات کے مطابق خوراک مہیا کرتا ہے۔

انسان جس کو اللہ نے عقل سلیم دی ہے اور ساری کائنات کو اس کے لئے مسخر کر دیا ہے وہ اگر تھوڑی توجہ دے گا تو یہ بات اس کی سمجھ میں ضرور آئے گی کہ انسان کے سوا تمام مخلوقات کا حال یہ ہے کہ انھیں صرف اور صرف اللہ پر توکل ہوتا ہے اور وہ روزانہ اپنی روزیاں کھاتے پیتے ہیں اور اپنے رب کے گن گاتے ہیں لیکن انسان روزانہ اس کا مشاہدہ کرنے کے باوجود توکل علی اللہ کے بجائے تنگدلی اور مایوسی کا شکار ہوتا نظر آتا ہے اسی لئے تو حدیث میں واضح طور سے بتا دیا گیا کہ اگر انسان پرندوں جیسا توکل کرلیں تو وہ بھوکے نہیں رہیں گے اور نہ ہی ناامیدی اور مایوسی کے شکار ہوں گے بلکہ ان کے تگ ودو کرنے پر انہیں بھی روزیاں ملیں گی انھیں جانداروں اور پرندوں سے سبق حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

کچھ لوگ ہمارے معاشرے میں ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو توکل اور یقین کی دولت سے یکسر محروم ہوتے ہیں جیسے جاہلیت کے زمانے میں توہم پرست تھے ان کا عقیدہ اللہ پر بڑا کمزور پڑ گیا تھا وہ لوگ تعویذ گنڈے، ٹونے ٹونکے، جنتر منتر اور شرکیہ جھاڑ پھونک نیز چھلے اور کڑے وغیرہ پر یقین رکھتے تھے اللہ کو عظیم الشان مان کر اس تک پہنچنے کے لئے بہت سے واسطے اور وسیلے بنا لئے تھے توہم پرستی میں یہ سب اتنے مضبوط ہو گئے تھے کہ ان کا اصل عقیدہ اور ایمان ہی انھیں اسباب وذرائع پر ہو گیا تھا اللہ پر اعتماد اور توکل کا تصور ہی ختم ہو چکا

تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا اور نبی رحمت ﷺ نے ہمیں اللہ کا وعدہ یاد دلایا اور رسوم جاہلیت کی بیخ کنی کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت کے ستر ہزار اشخاص حساب کتاب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ اشخاص وہ ہوں گے جو تعویذ گنڈا نہیں کرتے۔ بدشگونی نہیں لیتے داغ نہیں لگواتے بلکہ اپنے رب پر توکل اعتماد کرتے ہیں۔(البخاری کتاب الطب)

ایک دوسری حدیث میں ہے جو دغواتا اور تعویذ گنڈا کراتا ہے وہ توکل سے محروم ہے۔(الترمذی باب ماجاء فی کراھة الرقی)

ان حدیثوں کی روشنی میں دیکھا جائے تو آج امت کا ایک بڑا طبقہ توکل اور اعتماد کی دولت سے تقریباً محروم نظر آتا ہے توکل علی اللہ کا عقیدہ بھی افراط وتفریط کا شکار ہو چکا ہے قابل مبارکباد وہ افراد ہیں جو افراد تفریط سے بچتے ہوئے اعتدال پر قائم ہیں توکل یہ نہیں ہے کہ اسباب وتدابیر کو ترک کر دیا جائے اور محض اللہ پر توکل کر کے آدمی اپنا ہاتھ پاؤں سمیٹ کر بیٹھ جائے توکل یہ نہیں ہے کہ اسباب وتدابیر کو اصل مان لیا جائے اور اللہ پر اعتماد وتوکل کو ثانوی حیثیت دے دی جائے بلکہ توکل میں اعتدال کی صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اسباب وتدابیر کو اختیار کیا جائے جس قدر ممکن ہو سکے اس کے لئے محنت اور مشقت اٹھائی جائے اور انجام ونتائج کو اللہ پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

(وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ)(الطلاق:۲-۳)

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اسے اللہ

کافی ہوگا۔

ہر سچے پکے مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ پر مکمل اعتماد و بھروسہ ہی کا نام توکل ہے اور اسی کے ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ ہر کام کے لئے اسباب وتدابیر بھی مختلف ہیں انھیں اختیار کرنا بھی ضروری ہے اور اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ توکل کرنے والوں کے لئے کافی ہے لیکن ذرائع اور اسباب کو چھوڑ کر محض تقدیر پر آس لگا کر بیٹھنا توکل نہیں ہے پرندوں کی مثال دے کر انسانوں کو سمجھا دیا گیا کہ پرندے اپنے گھونسلے میں بیٹھتے نہیں بلکہ باہر نکل کر رزق تلاش کرتے ہیں۔

آج ہمارے سماج میں کتنے ناکارہ لوگ ہیں وہ کچھ کرنا نہیں چاہتے ہیں بلکہ وہ دوسروں کے خیراتی ٹکڑوں اور لقموں پر جینے کا نام توکل رکھتے ہیں حالانکہ یہ توکل نہیں ہے یہ خاموش گدا گری ہے ذہنی دیوالیہ پن ہے جنونی سمجھ ہے اور یہ مذہب سے بے گانگی اور ناواقفیت کی دلیل ہے اگر تمہیں اسلامی تعلیمات سے واقفیت ہے تو ہاتھ پیر چلاؤ پھر توکل کرو ہاتھ پر ہاتھ دھرے مت بیٹھے رہو کیونکہ یہ تو اپاہجوں کا راستہ ہے اور اس راستے کو اپنانے والا ذہنی طور سے اپاہج ہی بن جاتا ہے۔

ذرا اپنے اوپر نظر تو ڈالو اللہ نے تمہیں تندرست صحت منداور توانا بنایا ہے تم اپاہجوں کا راستہ کیوں اختیار کررہے ہو تمہیں تو اللہ کا شکر گزار بننا چاہئے کہ اس نے تمہیں تندرست صحت منداور توانا بنایا ہے تم اس قابل ہو کہ اپنی روزی آپ اپنی محنت مشقت اور اللہ پر توکل کے ذریعہ حاصل کرو اور دوسرے بے بسوں کے کام بھی آؤ۔

ایک سچا پکا مسلمان زندگی بھر اللہ کی عبادت میں لگا رہتا ہے محنت مشقت کرتا ہے پریشانیاں جھیلتا اور رنج وغم برداشت کرتا رہتا ہے قدم قدم پر اسے ٹھوکریں لگتی ہیں مگر وہ خندہ پیشانی سے اسے جھیلتا رہتا ہے اللہ پر اس کا توکل واعتماد ہوتا ہے وہ جانتا ہے دکھ سکھ سب کچھ اسی کے ہاتھوں میں ہے اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی بھی کام نہیں ہوتا ہے اسی لئے وہ ہمیشہ اللہ

ہی سے لو لگا تا ہے اسی کو پکارتا ہے اسی کے سامنے روتا اور گڑگڑاتا ہے اور اسے خوش رکھنے کی حتی المقدور کوشش کرتا ہے آرام اور آلام ہر حال میں اس کا شکر گزار اور احسان مند رہتا ہے زبان پر کبھی حرف شکایت نہیں لاتا ہر حال میں خوش رہتا ہے اسی طرح ایک مومن پوری زندگی گزار دیتا ہے اسے اللہ پر مکمل اعتماد و بھروسہ ہوتا ہے دنیاوی زندگی خوشحالی میں گزری یا بدحالی میں اس کی اسے کچھ پرواہ نہیں ہوتی وہ چند روزہ زندگی کے لئے جدوجہد کرتا ہے بھرپور کوشش کرتا ہے قضاوقدر پر اس کا ایمان پختہ ہوتا ہے اور اپنی اخروی زندگی سنوارنے اور سدھارنے میں لگا رہتا ہے جو ملا سو ملا نہیں ملا اس کے لئے کوئی غم نہیں کرتا کیونکہ اس کا اعتماد اور توکل اللہ پر ہے۔

محترم دینی بھائیو! اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیر امت کہا ہے عزت وشرف سے نوازا ہے اور ایک ایسا دین دیا ہے جس کی راتیں بھی روشن ہیں اسلام نے جو عقیدہ آپ کو فراہم کیا ہے اس پر پختگی سے جمے رہئے اللہ پر توکل اور اعتماد رکھئے وہ آپ کے لئے کافی وشافی ہے۔

ہمیشہ اللہ کو یاد رکھئے کیونکہ کوئی خیر اور بھلائی بغیر تدابیر واسباب کے اختیار کئے حاصل نہیں ہوسکتی معبود برحق سے مدد مانگے بغیر اور اس پر کامل اعتماد و بھروسہ رکھے بغیر تمہاری کوئی مراد پوری نہیں ہوسکتی۔

اگر آپ کا عقیدہ صحیح ہے تو آپ قابل مبارکباد ہیں اپنے آپ کو اسی منہج وعقیدہ پر لگائے رکھئے اور افراط وتفریط سے پاک وصاف صحیح توکل کو اپنائے رکھئے اللہ بڑا کارساز ہے۔

لیکن اگر آپ کا عقیدہ صحیح نہیں ہے تو پھر نامرادی آپ کا مقدر ہے اپنا عقیدہ درست کیجئے جاہلانہ رسوم وبدعات سے اجتناب کیجئے کیونکہ آپ بہک گئے ہیں توبہ کیجئے اور اسلامی عقیدہ پر آجایئے توکل کا جو صحیح طریقہ ہے توکل کے معنی آپ کو بتلائے گئے ان کو دل میں بٹھالیں تاکہ شیطان آپ کے دل میں راہ نہ پاسکے آیئے ہم اللہ رب العزت سے اپنی اور آپ کی

ثابت قدمی کی دعا کریں۔

(اللَّهُمَّ رَبَّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ ، اغْفِرْ لِي ذَنْبِي ، وَأَذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِي ، وَأَجِرْنِي مِنْ مُضِلاتِ الْفِتَنِ ما احييتنا)(الترمذی:۳۵۲۲)

اے اللہ! نبی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رب: میرے گناہ معاف فرمادے، میرے دل کا غصہ ختم کردے اور جب تک مجھے زندہ رکھے تو گمراہ کن فتنوں سے محفوظ رکھنا۔

آپ کا دینی بھائی

مجاہد الاسلام

توکل علی اللہ کی اہمیت

توکل علی اللہ کا مقام بلند ترین ہے اور یہ عظیم الاثر ہے، ایمان کے واجبات میں سے سب سے عظیم ہے۔

التوكل على الله جماع الإيمان۔[1]

سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: توکل علی اللہ ایمان کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

مومن توکل علی اللہ کو اپنے تمام شعبہ حیات میں محض واجب نہیں سمجھتا بلکہ اس کو ایک دینی فریضہ تصور کرتا ہے اور عقیدہ اسلامیہ میں اس کو شمار کرتا ہے، یہ ان عظیم ترین اخلاق میں سے ہے جس کی دین اسلام دعوت دیتا ہے اور یہ بندہ کے یقین کے اعلی مقامات و درجات سے تعلق رکھتا ہے اسی لئے سلف صالحین رحمہم اللہ نے اسے دین اسلام کے نصف حصہ کے مساوی قرار دیا ہے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

التوكل نصف الدين،والنصف الثاني الإنابة، فإن الدين استعانة وعبادة، فالتوكل هو الاستعانة، والإنابة هي العبادة.ومنزْلته أوسع المنازل وأجمعها۔[2]

''توکل، آدھا دین ہے اور آدھا انابت یعنی رجوع الی اللہ ہے کیونکہ دین، استعانت اور عبادت کا نام ہے اور توکل ہی استعانت ہے اور انابت ہی عبادت ہے۔ اس کا مرتبہ و درجہ سب سے وسیع اور سارے مراتب کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ (۷/ ۲۰۲)

[2] مدارج السالکین (۲/ ۸۵)

ابن قیم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

”ولو توكل العبد على الله حق توكله في إزالة جبل من مكانه وكان مأموراً بإزالته لأزاله“[1]

اگر بندہ اللہ پر کما حقہ توکل کرلے تو پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹانے کے لئے اس کا حکم ہو تو اسے بھی ہٹا لیا جائے گا۔

مزید فرماتے ہیں:

والتوكل جامع لمقام التفويض والاستعانة والرضا، لا يتصور وجوده بدونها۔[2]

توکل اللہ کے سامنے خود سپردگی اور اس سے مدد طلبی نیز اس کے فیصلہ پر رضامندی جیسے اعلی مقام کو شامل ہے اور اس کا وجود ان کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ دعا اور توکل کے بارے میں فرماتے ہیں:

"الدعاء والتوكل من أعظم الأسباب التي تُنَال بها سعادة الدنيا والآخرة".[3]

دعا اور توکل یہ ان عظیم اسباب میں ہیں جن سے دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

اسی طرح شیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(الأصل الجامع الذي تتفرع عنه العبادات هو:التوكل على الله، وصدق الالتجاء إليه، والاعتماد بالقلب عليه، وهو خلاصة التفريد، ونهاية تحقيق التوحيد الذي يثمر كل مقام شريف من المحبة والخوف

---

[1] مدارج السالکین ۱/۸۱)

[2] مدارج السالکین ۱/۱۳۶)

[3] مجموع فتاوی ابن تیمیہ

والرجاء والرضا به رباًوإلهاً والرضا بقضائه، بل ربما أوصل التوكل بالعبد إلى التلذذبالبلاء وعدّه من النعماء۔[1]

’’جامع بنیاد جس سے عبادات کی شاخیں نکلتی ہیں اللہ پر توکل، اس کی طرف سچی التجا اور دل کا اعتماد ہیں، اللہ کی اکتائی کا خلاصہ اور حقیقی توحید کا کمال ہے جو محبت، خوف، امید اور اُسے رب ومعبود حقیقی تسلیم کرنے اور اس کے فیصلہ سے راضی ہونے وغیرہ جیسے ہر شریف مقام ومرتبہ کو جنم دیتا ہے بلکہ کبھی کبھار توکل بندے کو ایسے مقام پر پہنچا دیتا ہے جہاں وہ مصیبتوں میں لطف اندوز ہوتا ہے اور اسے اپنے لئے نعمت تصور کرتا ہے۔

توکل کی لغوی تعریف:

’’توکل‘‘ عربی زبان کے مزید فیہ صرفی ابواب کے باب تفعل کا مصدر ہے، جس کے اصل حروف (و، ک، ل) ہیں۔

توکل :وکیل بننا

توكل له بالنجاح: کامیابی کا ضامن ہونا۔

توكل فى الامر: عاجزی ظاہر کرنا اور غیر پر اعتماد کرنا۔

وكلت امرى الى فلان: اپنے معاملے کو کسی کے سپرد کرنا۔

عاجزی کا اظہار اور دوسرے پر اعتماد کرنے کو توکل کہتے ہیں۔

تواكل القوم: بعض کا بعض پر بھروسہ کرنا۔

تواكلو االكلام: ہر ایک کا اپنے ساتھی پر بھروسہ کرنا۔

استَعَنْتُ القومَ فتواكَلُوْا: میں نے قوم سے مدد طلب کی ہر ایک نے دوسرے کے سپرد

---

[1] تیسیر العزیز الحمید ۸۴

کیا۔[1]

اصطلاحی تعریف:

علماء کے یہاں توکل کی چند تعریفیں ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هو صدق اعتماد القلب على الله عزوجل فى استجلاب المنافع، ودفع المضار، من أمور الدنيا ،والآخرة كلها۔[2]

دنیوی اور اخروی امور کے فوائد کو حاصل کرنے اور ضرررساں اشیاء کو دور کرنے کے تئیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر صدق دل سے بھروسہ کرنے کو توکل کہتے ہیں۔(العلوم والحكم لابن رجب(۴۰۹))

حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إنّ توكل العبد على ربه أن يعلم أن الله هو ثقته.[3](جامع العلوم والحكم ۷۳۴)

بیشک بندے کا اللہ پر توکل یہ ہے کہ بندہ صرف اللہ ہی کی ذات کو قابل بھروسہ جانے۔

زبیدی فرماتے ہیں: التوكل: الثقة بما عند الله، واليأس مما في أيدي الناس۔(۱)(تاج العروس، مادة (وكل)۔

اللہ تعالیٰ کے پاس موجود اشیاء پر کامل بھروسہ کرنے اور لوگوں کی اشیاء سے بے نیازی اختیار کرنے کا نام توکل ہے

---

① مصباح اللغات / لسان العرب

② العلوم والحکم لابن رجب ۵۱۶

③ ایضاً ۵۱۶

التوكل هو صدق الاعتماد على الله عزوجل في جلب المنافع، ودفع المضار، مع فعل الأسباب ،التي أمر الله بها۔(۲)(مجموع فتاوی ورسائل ابن عثیمین (۱/۱۰۶))

ابن عثیمین فرماتے ہیں: دنیوی واخروی امور کے فوائد حاصل کرنے اور ضرر رساں اشیاء کو دور کرنے کے لئے اللہ کے حکم کردہ اسباب اپنانے کے ساتھ ساتھ اللہ کی ذات پر صدق دل سے بھروسہ کرنا توکل کہلاتا ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کی اس تعریف کو شیخ صالح المنجد حفظہ اللہ نے سب سے جامع قرار دیا ہے۔(۳)(التوکل:۱۰)

عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هو إسناد العبد أمره إلى الله وحده لا شريك له في جميع أموره الدينية والدنيوية۔

تمام تر دینی ودنیاوی معاملات میں بندے کا اپنے معاملے کو اللہ واحد کی طرف لوٹانا۔

قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تفويض الأمور بالكلية إلى الله تعالى والاعتماد في كل الأحوال على الله تعالى۔

تمام امور کو کلی طور سے اللہ کے سپرد کرنا اور تمام تر احوال میں اللہ ہی پر اعتماد کرنا۔

توکل کی حقیقت: اور متوکلین کے اقسام

محمد صالح المنجد فرماتے ہیں کہ:

حقيقة التوكل هي: اعتماد القلب على الله، مع الأخذ بالأسباب، مع التيقن الكامل بأن الله هو الرازق الخالق المحيي المميت، لا إله غيره،ولا رب سواه.(۱)(التوکل للشیخ صالح المنجد ص 11)

توکل کی حقیقت: اسباب کو اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ صدق دل سے اللہ پر اعتماد کرنا، اس یقین کامل کے ساتھ کہ اللہ ہی رازق ہے خالق ہے وہی موت اور زندگی دینے والا ہے اس کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں، اس کے سوا کوئی رب نہیں۔

توکل کے حوالے سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

(۱) پہلی قسم: کچھ ایسے لوگ ہمارے درمیان پائے جاتے ہیں جو قلبی طور سے اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں، لیکن اسباب اختیار کرنا جو کہ بندے سے مطلوب اور اس کے لئے مشروع ہے اس کو اختیار نہیں کرتے، یہ غلط طریقہ ہے اور درحقیقت یہ تواکل ہے توکل نہیں۔

اور یہی طریقہ غالی قسم کے صوفیاء کا رہا ہے، سلف صالحین نے اس کی شدید مذمت کی ہے

(۲) دوسری قسم: کچھ ایسے لوگ ہمارے درمیان پائے جاتے ہیں جو اللہ پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کرتے، بلکہ اسباب کو اختیار کرنے میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں اور اسباب پر ہی کلی اعتماد کرتے ہیں یا یوں کہیں کہ اسباب سے چمٹ جاتے ہیں، یہ طریقہ مذموم ہونے کے ساتھ ساتھ شرع کے بھی مخالف ہے، کیونکہ اس میں اسباب کو فی نفسہ موثر ماننے کا باطل عقیدہ موجود ہے، یہ اہل غفلت، دنیا پرستوں کا طریقہ ہے۔

(۳) تیسری قسم: کچھ ایسے لوگ بھی ہمارے درمیان پائے جاتے ہیں جو توکل کرنے کے

ساتھ ساتھ اسباب جو مامور بہ ہیں ان کو بھی اپناتے ہیں یہی اہل توحید اور اہل سنہ کا مسلک ہے جو شریعت اور انسانی فطرت سلیمہ کے عین موافق ہے۔

توکل کی چند قسمیں ہیں:

* ان امور میں توکل کرنا جس کی قدرت صرف اللہ کی ذات رکھتی ہے، یہ توکل صرف اللہ کے لئے خالص ہوگا اور اسے کسی اور کی طرف پھیرنے والا شرک اکبر میں گرفتار ہوگا اور دین اسلام سے نکل جانے والا ہوگا جیسے کوئی رزق، مدد، اور حفاظت کے حصول کے لئے مُردوں پر بھروسہ کرے۔

* ظاہری اسباب میں توکل کرنا جیسے کوئی شخص دنیاوی نقصان کی تلافی یا کسی دنیاوی مصلحت کے حصول کے لئے کسی ایسے شخص پر بھروسہ کرے جس پر وہ قادر ہو تو یہ شرک اصغر ہے اسے شرک خفی بھی کہا جاتا ہے۔ جیسے کوئی امیر یا سلطان پر بھروسہ کرے اس رزق کے حاصل کرنے کے لئے یا اس نقصان سے بچنے کے لئے جس کی طاقت اس کے پاس ہو۔

*مخلوق پر کسی ایسے امر کی انجام دہی میں بھروسہ کرنا جس کی وہ قدرت رکھتا ہو بایں طور کہ وہ اس کو اس امر میں وکیل یا نائب بنادے لیکن دلی اعتماد صرف اللہ پر کرے، اگر اس (وکیل یا نائب کو) صرف سبب سمجھے اور اپنے دل کو اس ذات سے وابستہ رکھے جو اسباب پیدا کرنے والی ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں ۔۔ اس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے صاحبزادوں سے فرمایا:

(يَابَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ يُوسُفَ وَأَخِيهِ) (سورة یوسف: ۸۷)

''اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کی تلاش کی سرتوڑ کوشش کرو''۔

اور اسی طرح اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات وخیرات پر عاملین اور محافظوں کو (ان پر اعتماد کرتے ہوئے) مقرر کیا۔ نیز حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی

اللہ عنہ کے سپرد جانوروں کو ذبح کرنے کی ذمہ داری فرمائی۔

توکل کا حکم

قرآن میں لفظ توکل بیالیس (۴۲) بار وارد ہوا ہے، کبھی مفرد کبھی جمع، کبھی ماضی کے لفظ کے ساتھ، کبھی مضارع کبھی امر، اور یہ تمام کے تمام بھروسہ، اعتماد اور معاملات کو اللہ کو سپرد کردینے کے مفہوم میں مستعمل ہے۔

وکیل اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے:

وَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ وَكِيلًا ﴿٣﴾ الأحزاب:۳

آپ اللہ ہی پر توکل رکھیں، وہ کارسازی کے لئے کافی ہے

رَّبُّ ٱلْمَشْرِقِ وَٱلْمَغْرِبِ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ فَٱتَّخِذْهُ وَكِيلًا ﴿٩﴾ المزمل:۹

مشرق ومغرب کا پروردگار جس کے سوا کوئی معبود نہیں! تو اسی کو اپنا کارساز بنالے۔

فَٱعْبُدُوهُ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ وَكِيلٌ ﴿١٠٢﴾ الأنعام:۱۰۲

تو تم اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔

وَءَاتَيْنَا مُوسَى ٱلْكِتَـٰبَ وَجَعَلْنَـٰهُ هُدًى لِّبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ أَلَّا تَتَّخِذُوا۟ مِن دُونِى وَكِيلًا ﴿٢﴾ الإسراء:۲

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنادیا کہ تم میرے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ بنانا۔

اور دوسروں سے اس وصف کی نفی کی ہے:

وَمَآ أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ﴿١٠٧﴾ الأنعام:۱۰۷

اور نہ آپ ان پر مختار ہیں۔

توکل علی اللہ ایمان کے واجبات وفرائض میں سے ایک عظیم فریضہ اور واجب ہے۔ توکل ایسا عمل ہے جو بندے کو اللہ سے قریب کرتا ہے۔ توکل متوکلین کے اندر دو ایسی اہم صفات پیدا کر دیتا ہے جو کسی دوسرے عمل صالح سے ممکن نہیں وہ دو صفات یہ ہیں کہ متوکل کسب معاش کی سعی پیہم کرتا ہے، اور اللہ مسبب الاسباب پر اسے اعتماد کامل ہوتا ہے۔

توکل علی اللہ، قلبی عمل سے تعلق رکھتا ہے جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ شانہ کے لئے واجب ہے اور بندہ پر یہ ایک ایسا فریضہ ہے جسے خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہونا چاہیے بلکہ یہ ایمان کی شرط ہے، اللہ نے فرمایا:

وَعَلَى ٱللَّهِ فَتَوَكَّلُوٓاْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٣﴾ المائدۃ: ۲۳

اور اگر تم مومن ہو تو تمھیں اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

وَقَالَ مُوسَىٰ يَٰقَوْمِ إِن كُنتُمْ ءَامَنتُم بِٱللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوٓاْ إِن كُنتُم مُّسْلِمِينَ ﴿٨٤﴾ فَقَالُواْ عَلَى ٱللَّهِ تَوَكَّلْنَا یونس: ۸۴-۸۵

اور موسیٰ نے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر توکل کرو اگر تم مسلمان ہو، انھوں نے عرض کیا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا۔

اور اللہ کے رسولوں نے کہا جب ان کی قوم ایمان نہ لائی:

وَمَا لَنَآ أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى ٱللَّهِ وَقَدْ هَدَىٰنَا سُبُلَنَا ۚ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَآ ءَاذَيْتُمُونَا ۚ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُتَوَكِّلُونَ ﴿١٢﴾ ابراہیم: ۱۲

آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ تعالی پر بھروسہ نہ کریں جبکہ اسی نے ہمیں ہماری راہیں سجھائی ہیں واللہ! جو ایذائیں تم ہمیں دو گے ہم ان پر صبر ہی کریں گے توکل کرنے والوں کو یہی لائق ہے کہ اللہ ہی پر توکل کریں۔

ابن قیم رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"فالعبد آفته إما من عدم الهداية ، وإما من عدم التوكل، فإذا جمع التوكل إلى الهداية فقد جمع الإيمان كلّه" (مدارج السالكين ص 467).

بندے کی مشکل یہ ہوتی ہے کہ یا تو وہ ہدایت یاب نہیں ہوتا یا اللہ پر اس کا توکل نہیں ہوتا لیکن جب وہ ہدایت اور توکل کو اکٹھا کر لیتا ہے تو پورے ایمان کو سمیٹ لیتا ہے۔

نیز توکل توحید الوہیت کی بنیاد ہے، اللہ نے فرمایا:

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٥﴾ الفاتحة: ٤-٥

ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔

اللہ تعالی نے اپنے نبی کو اسی پر توکل کرنے کا حکم دیا ہے:

فَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى ٱلْحَقِّ ٱلْمُبِينِ ﴿٧٩﴾ النمل: ٧٩

پس آپ یقینا اللہ ہی پر بھروسہ رکھیئے یقینا آپ سچے اور کھلے دین پر ہیں۔

فَٱعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ ہود: ١٢٣

پس تجھے اسی کی عبادت کرنی چاہیئے اور اسی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى ٱلْحَىِّ ٱلَّذِى لَا يَمُوتُ الفرقان: ٥٨

اس ہمیشہ زندہ اللہ تعالی پر توکل کریں جسے کبھی موت نہیں۔

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَوَكِّلِينَ آل عمران: ١٥٩

پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ تعالی پر توکل کریں۔

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَهُوَ رَبُّ ٱلْعَرْشِ ٱلْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾ التوبة: ١٢٩

میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔

اللہ تعالی کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو توکل کا حکم دینا آپ کی امت کے حق میں بھی توکل کا حکم ہے اسی لئے اللہ تعالی نے مومنین کو بھی اپنے ہی اوپر توکل کرنے کا حکم دیا اور اس پر ابھارا

ہے: فرمان الٰہی ہے:

إِذْ هَمَّت طَّآئِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا وَٱللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ آل عمران:۱۲۲

جب تمھاری دو جماعتیں پست ہمتی کا ارداہ کر چکی تھیں اللہ تعالی ان کا ولی اور مددگار ہے اور اسی کی پاک ذات پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیے۔

إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ الأنفال:۲

بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالی کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ تعالی کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

مومنین کا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ رب العزت پر توکل کرتے ہیں اور یہ رحمٰن کے بندوں کی بلند صفات میں سے ہے اور یہ ایک ایسا شعار ہے جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے الگ اور ممتاز ہیں نیز یہ ایمان والوں کی کھلی نشانی ہے۔

یعنی وہ صرف اسی سے امیدیں رکھتے ہیں، اسی کا قصد کرتے ہیں، اسی سے ساری ضرورتیں طلب کرتے ہیں، (ابن کثیر)

توکل اور استعانۃ میں فرق ''توکل کے اندر ''استعانۃ'' سے زیادہ عمومیت پائی جاتی ہے کیونکہ ''استعانۃ'' کسی خاص امر پر اللہ سے مدد طلبی کو کہتے ہیں، جبکہ توکل کے اندر استعانت داخل ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ نے توکل اور استعانت کو ایک ہی چیز مانا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

''هو حال للقلب ينشأ عن معرفته بالله والإيمان بالخلق والتدبير

والضر والنفع والعطاء والمنع، وإنه ما شاء كان . وإن لم يشإ الناس . وما لم يشأ لم يكن . وإن شاءه الناس . فيوجب له هذا اعتمادا عليه وتفويضا إليه وطمأنينة به وثقة به ويقينا بكفايته لما توكل عليه فيه وأنه ملي به، ولا يكون إلا بمشيئته شاءه الناس أم أبوه"۔

''توکل اور استعانہ قلب کی ایک ایسی حالت ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے نیز اس بات پر ایمان سے پیدا ہوتی ہے کہ اللہ ہی اکیلا پیدا کرنے والا، تدبیر کرنے والا نفع ونقصان پہنچانے والا، دینے والا، اور روکنے والا ہے اور یہ کہ وہ جو کچھ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اگرچہ لوگ نہ چاہیں اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا اگرچہ سارے لوگ چاہتے ہوں۔ یہ چیز اس کے لئے اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور اس سے استعانت ہر معاملہ کو اس کے سپرد کرنے اور اسی سے اطمینان پانے اور اسی پر بھروسہ کرنے اور یہ یقین کرنے کی موجب ہے کہ جس معاملہ میں اس پر توکل کیا جائے اس میں وہ کافی ہوگا۔ اور جو کچھ ہوگا وہ اس کی مشیئت سے ہوگا لوگ چاہیں یا نہ چاہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

والاستعانة تجمع أصلين: الثقة بالله، والاعتماد عليه، فإن العبد قد يثق بالواحد من الناس ولا يعتمد عليه في أموره مع ثقته به لاستغنائه عنه، وقد يعتمد عليه مع عدم ثقته به لحاجته إليه ولعدم من يقوم مقامه فيحتاج إلى اعتماده عليه مع أنه غير واثق به.

والتوكل معنى يلتئم من أصلين: من الثقة، والاعتماد، (مدارج السالکین بین منازل إیاک نعبد وإیاک نستعین « فصل أقسام الناس فی العبادة والاستعانة)

استعانہ دو اصول کو جمع کرتا ہے۔ اللہ پر بھروسہ اور اس پر اعتماد۔ کیونکہ انسان کبھی کسی پر

بھروسہ کرتا ہے لیکن اسکے باوجود وہ اس پر اعتماد نہیں کرتا۔ کیوں کہ اسے اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور کبھی اس پر بھروسہ نہ کرنے کے باوجود اس پر اعتماد کرتا ہے کیوں کہ اسے اس کی ضرورت ہوتی ہے، کیوں کہ اسے اس کا متبادل ملتا نہیں۔ لہٰذا اس پر اعتماد نہ ہونے کے باوجود اس پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ اور توکل بھی استعانت کی طرح ہے کیوں کہ وہ بھی ان دو اصول پر مشتمل ہے یعنی بھروسہ اور اعتماد۔

توکل اور تفویض: توکل اور تفویض اصل معنی میں مشترک ہیں، اس اعتبار سے کہ دونوں میں اللہ پر اعتماد اور اس کی طرف امور کو سپرد کرنا پایا جاتا ہے، جبکہ بعض لوگوں نے تفویض کو توکل کے اعلی درجات میں سے شمار کیا ہے اور تفویض کو توکل کا لب لباب اور اسکی روح گردانا ہے۔

چنانچہ ہروی ''منازل السائرین'' میں تفویض کے مقام ومرتبہ کے سلسلے میں رقمطراز ہیں: تفویض باریک ترین اور توکل سے معنی میں زیادہ وسیع ہے کیونکہ توکل سبب کے وقوع کے بعد ہوتا ہے جبکہ تفویض سبب کے وقوع سے قبل اور مابعد دونوں میں ہوتا ہے اور یہی عین سپردگی ہے اور توکل اسی کی ایک شاخ ہے۔ مدارج السالکین، (۲/ ۱۳۷).

لیکن ابن قیم رحمہ اللہ اس کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر کہنے والا کہے کہ توکل کا مقام تفویض سے زیادہ بلند وارفع ہے تو اس کی بات درست ہوگی، اسی وجہ سے قرآن توکل کے حکم وخبر سے بھرا ہوا ہے جو اس نے اولیاء اور چنے ہوئے مومنین کے بارے میں دی ہے کہ وہ توکل کرنے والے ہیں۔ اور اللہ نے اپنی کتاب میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار بار توکل کرنے کا حکم دیا ہے، اور آپ کا نام متوکل رکھا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات پڑھی ہیں ''اے نبی یقینا ہم نے آپ کو گواہیاں دینے والا اور خوشخبریاں دینے والا اور ڈرانے

والا (رسول بنا کر) بھیجا ہے اور امیوں کو ضائع ہونے سے بچانے والا بنا کر بھیجا تو میرا بندہ اور رسول ہے تیرا نام متوکل ہے اور تو سخت رو اور لوگوں کو جدا کرنے والا نہیں اور نہ ہی بازاروں میں شور کرنے والا اور نہ ہی برائی کو برائی سے دور کرنے والا ہے بلکہ تو معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے'' اور اللہ نے اپنے رسولوں کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ متوکلین میں سے تھے اور اس کے ذریعہ انھوں نے اپنی قوم کی مخالفت میں مدد حاصل کی، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ ستر ہزار لوگ اس امت کے بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جائیں گے جو اہل توکل ہوں گے۔ اور تفویض کا ذکر قرآن میں صرف ایک بار آل فرعون کے مومن کے سلسلے میں ذکر کیا گیا ہے۔۔۔ اور اللہ تعالی نے اپنے رسول کو متوکل بنانے کا حکم دیا ہے۔۔۔

اخیر میں لکھتے ہیں: فَالَّذِي نَذْهَبُ إِلَيْهِ : أَنَّ التَّوَكُّلَ أَوْسَعُ مِنَ التَّفْوِيضِ ، وَأَعْلَى وَأَرْفَعُ . المرجع السابق، (۲/۱۳۸-۱۳۹).

اسی لئے ہمارا موقف یہ ہے کہ توکل تفویض سے وسیع اور بلند برتر ہے۔

وقد ذكر المفسرون أن التفويض بمعنى التوكل وممن قال بذلك ابن جرير الطبري-رحمه الله- فقال، في قوله تعالى: ﴿وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ﴾ [غافر: ۴۴]، "وأسلم أمري إلى الله وأجعله إليه وأتوكل عليه-تفسير الطبري، (۱۱/۶۵).

مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ تفویض توکل کے معنی میں ہے، جنھوں نے یہ بات کہی ہے ان میں علامہ ابن جریر طبری بھی ہیں چنانچہ فرمان باری: ﴿وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ﴾ [غافر: ۴۴] کے تحت فرماتے ہیں یعنی میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ (الكتب « مدارج السالكين بين منازل

إياك نعبد وإياك نستعي« فصل في منازل إياك نعبد« فصل منزلة التفويض)

ایک جگہ مزید فرماتے ہیں:

والتوكل جامع لمقام التفويض والاستعانة والرضا، لا يتصور وجوده بدونها۔ (مدارج السالکین ۱/۱۳۶)

توکل اللہ کے سامنے خود سپردگی اور اس سے مدد طلبی نیز مکمل رضامندی جیسے اعلی مقام کو شامل ہے اور اس کا وجود ان کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

عبادت اور توکل میں مناسبت: عبادت جس کے انجام دینے کا حکم دیا گیا ہے، یہ فرض ہے اور جب لفظ عبادت مطلق بولا جاتا ہے، تو اس کے اندر توکل داخل ہوجاتا ہے، اور جب دونوں ایک ساتھ آتے ہیں، تو توکل کا ایک خاص مفہوم ہوتا ہے، اور اس کی مثالیں موجود ہیں جیسے تقوی اور طاعت رسول جب تقوی مطلق بولا جاتا ہے تو اس میں طاعت رسول داخل ہوجاتا ہے (4). (قاعدة فی التوکل لابن تیمیہ)[1]

اور اللہ تعالی نے اپنی عبادت اور اس پر توکل کو بہت سارے مقامات پر جمع کیا ہے

قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿ قُلْ هُوَ رَبِّي لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ ﴾ (الرعد: ۳۰)

آپ کہہ دیجئے کہ میرا پالنے والا تو وہی ہے اس کے سوا کوئی بھی درحقیقت لائق عبادت نہیں

① تقویٰ اور طاعت کی مثال: جیسا کہ اسلام اور ایمان میں ہے، جب دونوں کو الگ ذکر کیا جائے تو دوسرا اس میں داخل ہوجاتا ہے، جیسے اللہ کے اس قول میں: ومن يبتغ غير الاسلام فلن يقبل منه' اور اسی طرح سورہ حجرات میں: انما المومنون الذين آمنو بالله ورسوله ثم لم يرتابوا'' اسی طرح وفد ابن ابی قیس والی روایت میں ایمان کی وضاحت اسلام کے ظاہری ارکان سے کی گئی ہے، لیکن جب دونوں ایک نص میں جمع ہوجائیں تو ہر ایک کا الگ الگ معنی ہوتا ہے جو اس کو خاص کرتا ہے جیسے حدیث جبرائیل میں۔

اسی کے اوپر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی جانب میرا رجوع ہے۔

قَالَ تَعَالَیٰ: ﴿عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَإِلَيۡهِ أُنِيبُ﴾ (ہود: ۸۸)

اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

انابت الی اللہ اور متاب الی اللہ : یہ ہے کہ اللہ کی عبادت، اسکی طاعت اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کے ذریعے اس کی طرف رجوع کیا جائے، اور بندہ اللہ اور اس کے رسول کا فرمانبردار اسی وقت ہوسکتا ہے جب مامورات کی انجام دہی اور منہیات سے اجتناب کرے، اور اس میں توکل داخل ہے (۲) (قاعدۃ فی التوکل لابن تیمیہ)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اور ایسے لوگ بھی ہیں جو مامور بہ اسباب کو چھوڑنے میں سختی کرتے ہیں اور یہ گمان لئے بیٹھے ہیں کہ یہی مکمل توکل ہے جبکہ اللہ تعالی نے قرآن میں توکل کو عبادت کے ساتھ ذکر کیا ہے ''فاعبده وتوكل عليه'' اور عبادت کی انجام دہی کا حکم ہے پس جو اس کو چھوڑ دے اور توکل کرے تو اس کا حال اس سے بہتر نہیں ہوگا جو عبادت کرے مگر توکل نہ کرے بلکہ دونوں اللہ کی نافرمانی کرنے والے ہیں اور بعض مامورات کو چھوڑنے والے ہیں (۱) یعنی توکل اور عبادت دونوں ضروری ہیں۔ (مجموع فتاوی ابن تیمیہ ۸/۱۷۷)

توکل اور تواکل میں فرق

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالی سبب اور بغیر سبب کے دینے پر قادر ہے تو یہ بات کہاں سے آئی کہ سبب کو اختیار کرنا لازم ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا ہے: فرماتے ہیں:

جوابه ان يقال:ليس الامر كذلک،بل جميع مايخلقه الله ويقدّره انما يخلقه ويقدّره باسباب،لكن من الاسباب مايخرج عن قدرة العبد، ومنها مايكون مقدورا له،ومن الاسباب مايفعله العبد،ومنها مالا يفعله۔

والاسباب منها معتاد،ومنها نادر،فانه فى بعض الاعوام قد يمسک المطر،ويغذى الزرع بريح يرسلها،وكما يكثر الطعام والشراب بدعاء النبیﷺ والرجل الصالح ،فهذا سبب من الاسباب،لكنه سبب نادر وخاص ،خارج عن قدرة العبد وفعله۔

ولا ريب ان الرزق قد ياتى العبد باسباب لا يعلمها،لكن عامة الرزق ياتى على ايدى الخلق،فمن النا س من ياتيه برزقه جنى او ملک او بعض الطير او البهائم وهذا نادر،والجمهور انما يُرزقون بواسطة بنى آدم،مثل اكثر الذين يعزفون عن الاسباب يرزقون على ايدى من يعطيهم:اما صدقه،واما هدية،واماندراَ۔۔قاعدة فى التوكل لابن تيميه ص ۱۶۲

اس کا جواب یہ ہے کہ معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ تمام چیزیں جنھیں اللہ پیدا کرتا اور مقدر کرتا ہے

انھیں اسباب کی بنیاد پر پیدا کرتا اور مقدر فرماتا ہے، لیکن اسباب میں سے بعض اسباب ایسے ہیں جو بندے کی قدرت سے باہر ہوتے ہیں ،اور بعض ایسے ہیں جو اس کے بس میں نہیں ہوتے ہیں اور اسباب میں سے بعض کو انسان اپناتا ہے، بعض کو نہیں اپناتا۔

اور بعض اسباب عام ہوتے ہیں اور بعض نادر، چنانچہ کسی سال بارش روک دیتا ہے، اور کھیتوں کو ہوائیں بھیج کر غذا پہنچاتا ہے، اسی طرح اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی وجہ سے، یا نیک آدمی کی دعا کی وجہ سے کھانا اور پانی زیادہ ہوجاتا ہے، یہ بھی سبب ہے، (لیکن یہ نادر اور خاص سبب ہے۔حاشیہ)

اسمیں کوئی شک نہیں کہ کبھی کبھار بندہ ایسے اسباب سے رزق پاتا ہے جس کو وہ نہیں جانتا لیکن زیادہ تر رزق لوگوں کے ہاتھوں پر آتی ہے، بعض لوگوں کی روزی جن، فرشتہ یا پرندے یا جانور لاتے ہیں ایسا نادر ہوتا ہے، اور بہت سے لوگ بنی آدم کے واسطے سے روزیاں پاتے ہیں جیسے اکثر جو اسباب کو اپنانے سے کتراتے ہیں۔ چاہے وہ صدقہ ہو، یا ہدیہ، یا نذر ہوا نہیں لوگوں کے عطیوں سے روزی ملتی ہے۔

لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ وہ صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ کرے، نہ کہ اسباب پر، اللہ تعالی اسباب کو آسان کردے گا جو بندے کے لئے دنیا و آخرت میں مفید ہوں گے۔

توکل اور تواکل میں فرق: دنیوی واخروی امور کے فوائد حاصل کرنے اور ضرر رساں اشیاء کو دور کرنے کے لئے اللہ کی ذات پر صدق دل سے بھروسہ کرنا ،ان اسباب کو اختیار کرنے کے ساتھ جن کے اختیار کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔توکل کہلاتا ہے۔لیکن اسباب اور کوشش کرنا چھوڑ دینا توکل نہیں ہے، بلکہ ''اتکال'' یا ''تواکل'' ہے جس سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ڈرایا ہے اور ایسے اسباب سے روکا ہے جو ان تک بندے کو پہونچانے والی ہو، اس کی مصداق یہ روایت ہے:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ، قَالَ : كُنْتُ رِدْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ : عُفَيْرٌ ، قَالَ : فَقَالَ : يَا مُعَاذُ ، تَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ ، وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ ؟ قَالَ : قُلْتُ : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، قَالَ : " فَإِنَّ حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ ، أَنْ يَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ، وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ، أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا " ، قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ ؟ قَالَ : لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوا .

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں (ایک سفر میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک گدھے پر سوار تھا جس کا نام عفیر تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ بنائیں، اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے وہ اسے عذاب نہ دے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں اس بات کی لوگوں کو اطلاع نہ دے دوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو مت بتاؤ ورنہ وہ بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے۔ (اور عمل میں کوتاہی کریں گے)

اور اس روایت میں اللہ کے نبی ﷺ نے ایک اہم قاعدہ بیان کیا ہے کہ جو بھی ترک عمل کی طرف پہنچائے وہ اتکال یا تواکل ہے اس میں توکل کا کچھ بھی حصہ نہیں ہے:

اسی طرح یہ روایت بھی ہے : عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

قَال : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي ، أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ ، " مَنْ

لَقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَّرَهُ بِالْجَنَّةِ " ، قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : فَلَا تَفْعَلْ ، فَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُون ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَخَلِّهِمْ .

عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ ابوہریرہ کو آپ نے اپنی جوتیاں دیکر بھیجا تھا کہ جو شخص ملے اور وہ گواہی دیتا ہو لا الہ الا اللہ کی دل سے یقین رکھ کر تو اسے جنت کی خوشخبری دو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایسا نہ کیجئے کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ لوگ اس پر تکیہ کر کے بیٹھیں گے، ان کو عمل کرنے دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھا ان کو عمل کرنے دو۔

یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بخاری میں بھی موجود ہے:

قَالَ لِمُعَاذِ : " مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ ، قَالَ : أَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ ، قَالَ : لَا إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَّكِلُوا " .

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جو شخص اللہ سے اس کیفیت کے ساتھ ملاقات کرے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو، وہ (یقینا) جنت میں داخل ہوگا، معاذ بولے، یا رسول اللہ! کیا میں اس بات کی لوگوں کو بشارت نہ سنا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، مجھے خوف ہے کہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔

صحيح البخاري "كِتَاب الْعِلْمِ" بَاب مَنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمًا دُونَ قَوْمٍ كَرَاهِيَةَ أَنْ لَا يَفْهَمُوا۔

اس حدیث اور اس سے ماقبل والی روایتوں سے یہ بات خوب خوب واضح ہوتی ہے کہ اتکال نام ہے عمل کو چھوڑنے اور اسباب کے نہ اختیار کرنے کا، اور اس میں توکل کا کچھ بھی حصہ نہیں

ہے۔

ایک بندہ مومن کی نشانی یہ ہے کہ وہ توکل کو ایمان باللہ کی اہم شرط سمجھتا ہے، جس کی بناء پر اس کے دل میں سکون واطمینان اور یہ پختہ عزم وعقیدہ راسخ ہوجاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی مشیئت ہوگا وہی ہوگا اور جو وہ نہ چاہے، وہ کبھی نہ ہوگا، گرچہ پوری کائنات اس کے خلاف ہو، لہذا وہ صبر وشکر سے کام لیتا ہے اللہ کی تقدیر سے راضی ہوتا ہے، اور اللہ سے ثواب کی امید رکھتا ہے شریف مرتضی کہتے ہیں:

إذَا مَا حَذِرْتَ الأمرَ فَاجْعَلْ إزَاءَهُ
رُجُوعاً إلَى رَبٍّ يَقِيكَ المَحَاذِرَا

وَلا تَخْشَ أَمْراً أَنتَ فِيهِ مُفَوِّضٌ
إلَى الله غَايَاتٍ لَهُ وَمَصَادِرَا

وَكُن لِلَّذِي يَقضِي بهِ الله وَحْدَهُ
وَإن لَم تُوَافقهُ الأمَانِي شَاكِرَا

وَإنِّي كَفِيلٌ بالنَّجاةِ مِنَ الأَذَى
لِمَن لَم يَبِت يَدْعُو سِوَى الله نَاصِرَا

جب تمہیں کسی بات کا ڈر محسوس ہو تو اس کے لئے اپنے رب سے رجوع کرو وہ تمہیں ہر خوف و خطر سے بچائے گا، اور تم کسی بھی ایسی شئی سے مت ڈرو جسے تم نے اللہ کو سونپ رکھا ہو، اس کے آغاز کو بھی اور انجام کو بھی۔ اور تم اس بات پر شکریہ کے ساتھ راضی ہو جاؤ جس کا فیصلہ اللہ واحد کرتا ہے اگرچہ وہ خواہشات کے موافق نہ ہو، اور میں ہر اس شخص کو تکلیف سے نجات کی گارنٹی دیتا ہوں جو اللہ کے سوا کسی اور کو مددگار کے طور پر نہیں پکارتا۔

توکل میں اسباب اختیار کرنا ضروری ہے

توکل علی اللہ کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی اسباب سے بے نیاز ہوجائے بلکہ توکل دو چیزوں کو شامل ہے۔

الف: اللہ پر توکل کرنا

ب: اسباب کو اختیار کرنا

یہاں جو بات قابل ملاحظہ ہے وہ یہ ہے کہ اسباب پر اعتماد نہ کیا جائے، ورنہ بندے کو جان لینا چاہیے کہ اسباب کو اختیار کرنا یہ سنت کونیہ پر چلنا ہے اور نفع ونقصان کا اختیار صرف اللہ واحد کو ہے۔

ایک ہے اسباب ''اختیار کرنا'' اور دوسرا ہے، اسباب پر ''اعتماد کرنا'' پہلی چیز دین کے اندر مطلوب جبکہ دوسری چیز عقیدے کی کمزوری کی علامت ہے۔

(سر التوکل وحقیقته هو اعتماد القلب

على الله وحده، فلا يضره مباشرة الأسباب مع خلو القلب من الاعتماد

عليها والركون إليها۔(الفوائد ۸۷)

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں : توکل کی حقیقت اور اس کا راز یہ ہے: کہ دل صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ کرے، اور اسباب کا اختیار کرنا اس کے منافی نہیں ہے بشرطیکہ دل کا اعتماد اور کلی پلان اسباب پر نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ اسباب توکل کے منافی نہیں ہے۔ جس طرح بھوک پیاس، گرمی اور سردی کو جو چیزیں دور کرتی ہیں ان کے ذریعے ان کو دور کرنا خلاف توکل نہیں ہے، اسی طرح علاج بھی توکل کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ توحید کی حقیقت ہی اس وقت مکمل ہوتی ہے

جب آدمی ان اسباب کو استعمال کرے، جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مسببات کو مقدر کر رکھا ہے۔ اور شرعاً ان کے استعمال کا حکم دیا ہے۔ ان کو چھوڑنے والا اپنی جگہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے توکل کا اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ حالانکہ اس سے توکل کو بھی نقصان پہنچتا ہے اور یہ اللہ کے قانون اور حکمت کے بھی خلاف ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کو دین و دنیا کے کسی بھی فائدے کے حصول اور دونوں جگہ کے کسی بھی نقصان سے بچنے میں اللہ پر اعتماد ہو۔ اس اعتماد کے ساتھ اسباب کا اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ آدمی حکمت وشریعت دونوں کو چھوڑنے والا ہوگا۔ اسے نہ تو اپنے عجز و کوتاہی کو توکل سمجھنا چاہیے، اور نہ توکل کو عجز اور کوتاہی بنا دینا چاہیے۔ (زادالمعاد ۴/۱۵)

لہٰذا مومن کے لئے درست نہیں کہ وہ اسباب کو ترک کر دے، بلکہ درحقیقت انسان متوکل اسی وقت ہوتا ہے جب وہ اسباب کو اختیار کرنے والا ہو، اولاد کے حصول کے لئے شریعت نے نکاح کو مشروع کیا، اور مباشرت کا حکم دیا۔ اب اگر لوگوں میں سے کوئی کہے: میں شادی نہیں کروں گا اور شادی کے بغیر اولاد کا انتظار کروں گا تو ایسے انسان کو مجانین (پاگلوں) میں شمار کیا جائے گا۔ اور جو انسان یہ گمان کرے کہ توکل کے بعد اسباب کی ضرورت باقی نہیں رہتی وہ گمراہ ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وان من ظن ان التوکل یغنی عن الاسباب المامور بها، فهو ضال(قاعدة فی التوکل)

جو یہ گمان کرے کہ توکل مامور بہ اسباب سے انسان کو بے نیاز کر دیتا ہے تو ایسا انسان گمراہ ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ جو اسباب کو چھوڑ دے ایسا انسان احمق ہے۔

لو قال القائل :انا لاآكل ولا أشرب،فان كان الله قدّر حياتى فهو يُحييني،كان أحمق كمن قال:أنا لاأطا امرأتى،فان كان الله قدر لى ولدا،تحمل من غير ذكر۔(قاعدة فى التوكل)

اگر کوئی کہے: میں کھانا نہیں کھاؤں گا پانی نہیں پیوں گا،اگر اللہ تعالی نے میری تقدیر میں زندگی لکھی ہوگی تو وہ مجھے زندہ رکھے گا تو وہ بیوقوف ہے، یہ ایسے ہے جیسے کوئی کہے میں اپنی بیوی سے ہمبستری نہیں کروں گا ،اگر اللہ نے میری قسمت میں اولاد لکھی ہوگی تو وہ بغیر مباشرت کے حاملہ ہوجائے گی۔

بعض لوگ بغیر زادراہ لئے حج کے لئے گھر سے نکل پڑتے اور کہتے کہ ہمارا اللہ پر توکل ہے اللہ نے توکل کے اس مفہوم کو غلط قرار دیا اور زادراہ لینے کی تاکید فرمائی،جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عن ابن عباس بقال: (كان أهل اليمن يحجون ولا يتزودون، ويقولون: نحن المتوكلون، فإذا قدموا مكة: سألوا الناس، فأنزل الله تعالى: وَتَزَوَّدُواْ فَإِنَّ خَيْرَ ٱلزَّادِ ٱلتَّقْوَىٰ

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اہل یمن حج کرتے اور توشہ سفر نہ رکھتے اور کہتے ہم اللہ پر توکل کرنے والے ہیں، جب مکہ آتے تو لوگوں سے مانگتے پھرتے جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ اتاری، اوران کے دعوائے توکل کی تردید کرتے ہوئے ساتھ میں سفر خرچ لینے کا حکم دیا جو کہ اسباب کی قبیل سے ہے۔

اورزادہ راہ لینا یہ اللہ کے نبیوں کی سنت رہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں خبر دی ہے کہ انھوں نے ایک سفر میں اپنے غلام سے کہا: ﴿آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِن سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَباً﴾ [الكهف:٦٢].

ترجمہ: ہمارا کھانا دے ہمیں تو اپنے اس سفر سے سخت تکلیف اٹھانی پڑی۔

اس سے غالی قسم کے صوفیوں کی تردید ہوتی ہے جو بغیر زادراہ لئے سفر کرنے کو توکل سمجھتے ہیں، یہ موسیٰ ہیں جنھیں کلیم اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے، رب کی اعلیٰ درجہ کی معرفت ہونے کے باوجود زادراہ کے ساتھ سفر کر رہے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جس شخص کو اللہ تعالیٰ پر وثوق واعتماد ہو اور یہ یقین ہو کہ اللہ کا فیصلہ بہر حال نافذ ہو کر رہے گا۔ اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور آپ ﷺ کی سنت کے اتباع میں اسباب و وسائل کو اختیار کرنا توکل کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں ایک نہیں دو زرہیں پہنیں۔ سر مبارک کی حفاظت کے لیے خود استعمال فرمایا احد میں گھاٹی کے دہانے پر تیر اندازوں کو بٹھایا۔ مدینے کے اطراف خندق کھدوائی، صحابہ کرام کو حبشہ اور مدینہ کی ہجرت کی اجازت دی۔ خود بھی ہجرت فرمائی، کھانے پینے کے ساز و سامان رکھے، گھر والوں کے لیے غلّہ جمع کیا اور اس کا انتظار نہیں کیا کہ آسمان سے کوئی چیز نازل ہو حالاں کہ آپ ﷺ اس کے زیادہ مستحق تھے۔ اسی طرح ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ میں اپنے اونٹ کو باندھوں یا کھلا چھوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے باندھو اور پھر توکل کرو۔ گویا آپ ﷺ نے یہ اشارہ کیا کہ احتیاط سے توکل ختم نہیں ہوتا۔ فتح الباری ۱۰۰ / ۱۶۵۔

پتہ چلا کہ اسباب اپنانا اللہ تعالی پر اعتماد اور بھروسہ کرنے کے منافی نہیں ہے؛ بلکہ اسباب اپنانے کا اللہ تعالی نے حکم بھی دیا ہے، لیکن ساتھ میں یہ عقیدہ ہونا ضروری ہے کہ نفع اور نقصان صرف اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے، وہی مسبب الاسباب ہے۔

اسی طرح اسباب ایسے ہوں جن کا حقیقی معنوں میں باہمی تعلق ہو، اور اپنائے جانے والے

اسباب کی کامیابی مشاہد، یا عرف یا شرعی ذریعے یا کسی اور انداز سے مشہور ومعروف ہو۔

اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنائے جانے والے اسباب شرعی طور پر جائز ہوں؛ چنانچہ اچھے اہداف کیلئے وسائل واسباب کا شرعاً درست ہونا بھی ضروری ہے۔

اسباب اپنانے کے بعد انسان کو معتدل رہنا چاہیے، لہذا یہ درست نہیں ہے کہ کلی طور پر اسباب اپنانا ہی چھوڑ دے، اور نہ ہی کلی طور پر اسباب کے ساتھ ہی دل لگا لے، چنانچہ ہونا یہ چاہیے کہ اسباب کو اسی طرح صرف ذریعہ ہی سمجھے جیسے دیگر لوگ اپنی زندگی کے معاملات میں اسباب کو ذریعہ سمجھتے ہیں، ان پر کلی اعتماد نہ کرے، بلکہ اعتماد صرف خالق باری تعالی پر ہی کرے؛ کیونکہ وہی شہنشاہ اور تمام امور کو چلانے والا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" الِالْتِفَاتَ إلَى السَّبَبِ : هُوَ اعْتِمَادُ الْقَلْبِ عَلَيْهِ وَرَجَاؤُهُ وَالِاسْتِنَادُ إلَيْهِ، وَلَيْسَ فِي الْمَخْلُوقَاتِ مَا يَسْتَحِقُّ هَذَا ، لِأَنَّهُ لَيْسَ مُسْتَقِلًّا ، وَلَا بُدَّ لَهُ مِنْ شُرَكَاءَ وَأَضْدَادٍ ، وَمَعَ هَذَا كُلِّهِ : فَإِنْ لَمْ يُسَخِّرْهُ مُسَبِّبُ الْأَسْبَابِ ، لَمْ يُسَخَّرْ "

" اسباب پر اعتماد کا مطلب یہ ہے کہ: دل کلی طور پر اسباب پر بھروسہ کر بیٹھے اور اسی سے امید لگائے، اسی کو سہارا سمجھے؛ حالانکہ مخلوقات میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کی سزاوار ہو؛ کیونکہ مخلوق مستقل نہیں ہے اور مخلوق کے شرکاء اور مخالفین بھی ہوتے ہیں، اور ان سب کے باوجود: اگر مسبب الاسباب (اللہ تعالیٰ) ذات ان اسباب کو اس کے تابع نہ کرے تو تابع نہ ہوگی۔

"مجموع الفتاوی" (8/169)

اور جہاں تک اسباب اپنانے کے ضابطوں کا معاملہ ہے تو وہ ہر معاملے کے اعتبار سے الگ

ہیں، بالکل ایسے ہی جیسے معمولی بیماری کیلئے احتیاط ایسے نہیں ہوتی جیسے غیر معمولی بیماری کیلیے ہوتی ہے، اسی طرح قیمتی چیز کی حفاظت ایسے نہیں ہوتی جیسے معمولی قیمت کی چیز کی ہوتی ہے، تو یہی معاملہ اسباب اپنانے کا بھی ہے۔

اسی طرح تلاشِ معاش کے لئے اسباب اپنانے کا ضابطہ بیماریوں سے بچاؤ سے مختلف ہوگا، اسی طرح کھانے پینے کے لئے اسباب اپنانے کا ضابطہ حصولِ اولاد کے ضابطوں اور اسباب سے مختلف ہوگا، اسی طرح بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اسباب بھی مختلف ہوں گے، چنانچہ ہر معاملے کیلئے اسباب مختلف اور ان کے ضابطے بھی الگ الگ ہوں گے۔

اسی طرح اسباب نہ اپناتے ہوئے سستی اور کاہلی میں پڑے ہوئے شخص اور اسباب اپنانے کے لئے خوب تگ ودو کرنے والے میں بھی فرق ہوتا ہے، ہر ایک اپنے اپنے معاملات اور حالات کے اعتبار سے بھی مختلف ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں لوگوں کو اپنے بارے میں زیادہ جانکاری ہوتی ہے وہ اپنی عادات اور اطوار سے بھی اسباب اپنانے کی کیفیت جان لیتے ہیں۔(شیخ صالح المنجد۔۔۔)

سید المتوکلین (توکل اختیار کرنے والوں کے سردار) یعنی نبی ﷺ بھی اسباب اختیار کرتے تھے، آپ اسباب کو اختیار کرنے والے تھے، جنگ احد کے موقع پر آپ نے اسباب کو اختیار کیا جیسا کہ روایتوں کے اندر مذکور ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ جنگ کے لئے دو زرہیں زیب تن فرمائیں۔

عن السائب بن يزيد: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ظَاهَرَ بَيْنَ دِرْعَيْنِ يَوْمَ أُحُدٍولبس لأمته'

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کے نبی ﷺ نے احد کے دن اوپر نیچے دو زرہیں پہنیں اور اپنا ہتھیار بھی زیب تن کیا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ مِغْفَرٌ۔(صحيح مسلم« كتاب الحج۔ باب جواز دخول مكة بغير إحرام)

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ اللہ کے نبی ﷺ یوم الفتح کو مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کے سر پر خود موجود تھا۔

اسباب میں سے ہی مدینہ کے اردگرد خندق کھودنا تھا جبکہ اللہ کے نبی سید المتوکلین تھے آپ توکل کے اس درجہ پر تھے جہاں کوئی اور نہیں پہنچ سکتا اس کے باوجود آپ نے خندق کھدوائی اور خود بھی اس میں حصہ لیا جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ خندق سے مٹی ڈھورہے تھے یہاں تک کہ غبار آپ کے شکم کی جلد ڈھانک رہی تھی (صحیح بخاری)۔اسی طرح مشرکین کے ظلم وستم سے بچنے کے لئے صحابہ کرام کا حبشہ کی طرف ہجرت کرنا وغیرہ۔

اسی طرح اگر آپ واقعہ ہجرت پر غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ اپنے رب پر کامل بھروسہ اور اس کی مدد کا پورا یقین رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ اللہ آپ کے لیے کافی ہے اس کے باوجود آپ نے ظاہری اسباب کو اختیار کرنے میں کوئی کسر اٹھانہیں رکھی ۔۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود ہیں ،،توشہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فراہم کرتی ہیں ، غار ثور میں قریش کے نئے اقدامات کی خبر پہونچانے والے عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ہیں، بکریوں کے ریوڑ کے ذریعہ عبداللہ کے نشان قدم کو مٹا کر دشمن کو دھوکے میں رکھنے کے لیے عامر بن فہیرہ ہیں۔صحرائی راستوں کا ماہر رہنما عبداللہ بن اریقط کو بھی ساتھ لیا گیا،اور معروف راستے کو چھوڑ کر غیر معروف راستے سے مدینہ کا سفر طے کیا گیا۔آخر اس قدر منظم طریقے سے یہ اسباب کیوں اختیار کیے گیے

؟اسی لیے تا کہ امت محمدیہ کو یہ درس مل جائے کہ توکل اسباب کے منافی نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب قریش کا دستہ غار کے دہانے پر پہنچتا ہے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ پریشان ہوجاتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے سارے اسباب اختیار کرنے کے بعد فرما رہے ہیں "لاتحزن إن الله معنا" گھبراؤ مت! اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہے۔

شیخ صالح منجد حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالی جو چاہتا ہے کرتا اور ہر چیز کا خالق ہے اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور وہی ہے جس کے پاس آسمان وزمین کی کنجیاں ہیں، لیکن اللہ تبارک وتعالی نے اس جہان کے لئے کچھ ضوابط تیار کئے ہیں جن پر یہ چل رہا اور قوانین بنائے ہیں جن کے ساتھ یہ مربوط ہے اگر چہ اللہ تعالی اس پر قادر ہے کہ وہ یہ نظام اور قوانین ختم کردے اور توڑ ڈالے اور ہر ایک کے لئے نہ بھی توڑے۔

اور یہ ایمان رکھنا کہ اللہ تعالی کافروں کے مقابلہ میں مومنوں کی مدد پر قادر ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ گھروں میں بیٹھے رہیں اور اسباب پر عمل نہ کریں تو بھی اللہ تعالی مومنوں کی مدد کرے گا کیونکہ اسباب کے بغیر مدد ملنا محال ہے اور اللہ تعالی کی قدرت مستحیل سے متعلق نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالی کی حکمت کے خلاف ہے اور اللہ تعالی کی قدرت کا تعلق حکمت کے ساتھ ہے۔

قال سهل: من قال إن التوكل يكون بترك السبب فقد طعن في سنة رسول الله -صلى الله عليه وسلم-؛ لأن الله -عز وجل- يقول: ﴿فَكُلُواْ مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلاَلاً طَيِّباً وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [الأنفال:٦٩] فالغنيمة اكتساب وقال تعالى: ﴿وَاضْرِبُواْ مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ﴾ [الأنفال:١٢] فهذا عمل تفسير القرطبي، ٨٢/٤.

سہل کہتے ہیں جو یہ کہے کہ توکل اسباب کو چھوڑنے سے ہوتا ہے تو اس نے سنت میں طعنہ زنی کی یا سنت کو مطعون کیا۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے: جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے خوب کھاؤ پیو اور اللہ سے ڈرتے رہو یقینا اللہ غفور رحیم ہے۔ چنانچہ غنیمت کا حصول کمائی ہے اور اللہ کہتا ہے سو تم گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو۔ یہ عمل ہے

فرمان الٰہی ﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولاً فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ﴾ [الملك:١٥]

وہ ذات جس نے تمھارے لئے زمین کو پست و مطیع کردیا تاکہ تم اس کی راہوں میں چلتے پھرتے رہو اور اللہ کی روزیاں کھاؤ (پیو) اور اسی کی طرف (تمھیں) جی کر اٹھ کھڑا ہونا ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

جس جگہ تم جانا چاہو جا سکتے ہو، طرح طرح کی لمبی چوڑی سودمند تجارتیں کر رہے ہو، تمھاری کوششیں وہی بارآور کرتا ہے اور تمھیں اپنی روزیاں ان اسباب سے دے رہا ہے۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا:: ﴿وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ﴾ اور اللہ کی روزیاں کھاؤ (پیو) مزید فرماتے ہیں: فالسعي في السبب لا ينافي التوكل: اسباب میں تگ ودو کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔ تفسیر ابن کثیر، ۵۱۰/۴.

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ خُذُواْ حِذْرَكُمْ فَانفِرُواْ ثُبَاتٍ أَوِ انفِرُواْ جَمِيعاً﴾ [النساء: ۷۱].

مسلمانو! اپنے بچاؤ کا سامان لے لو پھر گروہ گروہ بن کر کوچ کرو یا سب کے سب اکٹھے ہو کر نکل کھڑے ہو۔

اس آیت کریمہ میں جنگ کے لوازمات (اسلحہ، سامان جنگ ودیگر اسباب) کو حاصل کرنے یا استعمال کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور یہ بھی اسباب کی قبیل سے ہے

سبب اختیار کرنا کس قدر ضروری ہے اس کی وضاحت عمر رضی اللہ عنہ کے اس روایت سے مزید نمایاں ہوتی ہے۔

عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه:أن رسول الله ﷺ قال:لوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى الله حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرُزِقْتُمْ كَمَا يُرْزَقُ الَّطيْرُ،تَغدُو خِمَاصًا، وتَرُوحُ بِطاناً۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم لوگ اللہ پر اس طرح بھروسہ کرو جیسے اس پر بھروسہ کرنے کا حق ہے تو وہ تمھیں اس طرح رزق دے جیسے پرندوں کو رزق دیتا ہے وہ صبح (گھونسلوں سے) بھوکے روانہ ہوتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر آتے ہیں (ابن ماجہ ۴۱۶۴ ترمذی ۲۳۴۴)

اس حدیث میں اسباب کے اختیار کرنے کی اہمیت کا بیان ہے، پرندہ جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے وہ اپنے گھونسلے میں بیٹھ کر رزق کا انتظار نہیں کرتا، بلکہ وہ صبح ہی صبح نکلتا ہے بھوک کی حالت میں رزق تلاش کرتے ہوئے، اور اللہ تعالی اس کی اس کوشش کے نتیجے میں اسے رزق سے نوازتا ہے، اور جب وہ شام کو گھر لوٹتا ہے تو اس کی پوٹلی بھری ہوئی ہوتی ہے۔

اس حدیث پر ذرا غور کیجیے! اللہ تعالی پرندے کو کب کھلاتا ہے؟ جب وہ اپنے گھونسلے سے نکلتا ہے، روزی کی تلاش کرتا ہے، مختلف جگہوں پر پھرتا ہے' تب جا کر اللہ تعالی پرندے کو شکم سیر کرتا ہے، اگر پرندہ اپنے گھونسلے میں بیٹھا رہ جائے تو کیا اسے کھانا مل جائے گا؟ ظاہر ہے نہیں۔ بالکل یہی مثال اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان کے لئے بتائی کہ صبح سویرے زمین میں پھیل جاؤ محنت سے کام کرو، اور نتیجہ کو اللہ کے سپرد کر دو اللہ تعالی تمہیں ضرور کھلائے گا۔

اس حدیث کی وضاحت میں علامہ عبد الرحمن مبارکپوری تحفۃ الاحوذی میں علامہ مناوی کا قول نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

" اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ توکل بیکاری اور محنت چوری کا نام نہیں ہے، بلکہ اس میں سبب اختیار کرنا ضروری ہے، کیونکہ پرندوں کو طلب اور محنت کرنے سے روزی دی جاتی ہے۔اسی بنا پر امام احمد فرماتے ہیں: یہ حدیث اس بات پر دلیل نہیں ہے کہ کسب اور جدوجہد ترک کردیا جائے، بلکہ یہ اس امر پر دلیل ہے کی رزق کی طلب اور اس کے لئے جدوجہد کی جائے"۔

اور یہ بھی مقصود نہیں کہ انسان اپنے آپ کو اسباب اختیار کرنے میں تھکا دے،اوران چیزوں کا مکلف اپنے آپ کو بنالے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا، بلکہ کبھی کبھار معمولی سے معمولی سبب کفایت کرجاتا ہے،اور ہمارے لئے مریم علیہا السلام کے واقعے میں دلیل موجود ہے کہ اللہ تعالی نے انھیں درخت کے تنے کو ہلانے کا حکم دیا،بعض لوگوں کو یہ بات ہضم نہیں ہوتی وہ کہتے ہیں یہ کمزورِضعیف،حاملہ عورت کیسے کھجور جیسے مضبوط درخت کے تنے کو ہلاسکتی تھی
شیخ صالح المنجد حفظہ اللہ نے اپنی کتاب میں اس کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں: کہ اللہ تعالی ہمیں اس واقعے کے ذریعہ سے اسباب کو اختیار کرنے کی اہمیت بتلانا چاہتا ہے گرچہ وہ سبب معمولی ہی کیوں نہ ہو، یہ نیک عورت اس وقت اتنا ہی کرسکتی تھی لیکن جب اس نے اللہ پر کما حقہ توکل کیا،اور توکل کے ساتھ ساتھ سبب کو بھی اختیار کیا گرچہ معمولی سبب،اللہ نے اسے وہ دے دیا جس کی وہ محتاج تھی، یا جو وہ چاہتی تھی۔

عربی شاعر کہتا ہے:

تَوَكَّلْ عَلَى الرَّحْمَنِ فِي كُلِّ حَاجَةٍ
وَلا تُؤْثِرَنَّ العَجْزَ يَوْماً عَلَى الطَّلَبْ
أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰه قَالَ لِمَريَمٍ
إِلَيْكِ فَهُزِّي الجِذْعَ يسَّاقَطِ الرُّطَبْ

وَلَو شَاءَ أنْ تَجنِيهِ مِنْ غَيْرِ هَزِّهَا
جَنَتته وَلَكِن كُلُّ شَيء لَهُ سَبَبْ

تمام تر ضروریات میں رحمٰن پر توکل کرو اور کبھی طلب حصول پر عاجزی کو ترجیح نہ دو، کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے مریم سے کہا، درخت کے تنے کو ہلاؤ تم پر تر کھجوریں گریں گی اور اگر اللہ تعالیٰ انھیں درخت ہلائے بغیر پھل دینا چاہتا تو یونہی حاصل کرلیتیں لیکن ہر چیز کے لئے کوئی سبب ہوا کرتا ہے۔

وہ مقامات جہاں توکل کا ذکر ہے

توکل کے مقام ومرتبہ کو واضح کرنے والی چند جگہیں جہاں توکل کا ذکر آیا ہے حسب ذیل ہیں:

(۱) عبادت کے ساتھ توکل کا حکم: اللہ تعالی فرماتا ہے ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ (ہود:۱۲۳)

پس تجھے اسی کی عبادت کرنی چاہئے اور اسی پر بھروسہ رکھنا چاہیے، اس آیت میں اللہ تعالی نے نبی کو اور مومنین کو عبادت کے ساتھ توکل کا حکم دیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے: وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿٢﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا (الأحزاب:۲-۳)

جو کچھ آپ کی جانب آپ کے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے اس کی تابعداری کریں (یقین مانو) کہ اللہ تمھارے ہر ایک عمل سے باخبر ہے آپ اللہ ہی پر توکل رکھیں وہ کارسازی کے لئے کافی ہے۔

اس آیت میں اپنی عبادت اور رب کی طرف سے آئی ہوئی وحی کی اتباع کا حکم دینے کے فوراً بعد اللہ نے توکل کرنے کا حکم دیا ہے، اور یہ حکم آپ کے لئے، آپ کی امت کے لئے اور قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کے لئے ہے، کیونکہ اصل یہ ہے کہ جب بھی خطاب اللہ کے نبی کو ہو اور اس پر تخصیص کی کوئی دلیل وارد نہ ہو تو وہ حکم تمام امتیوں کے حق میں عام ہوتا ہے۔

(۲) دعوت کے ساتھ توکل کا حکم: اللہ فرماتا ہے: فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَآ

إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾ (التوبۃ: ۱۲۹)

پھر اگر روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔

اور نوح علیہ السلام جنھوں نے دعوت میں اللہ پر توکل کیا، فرمان الہی ہے ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُم مَّقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنظِرُونِ ﴿٧١﴾ (یونس: ۷۱)

اور آپ ان کو نوح کا قصہ پڑھ کر سنایئے جب کہ انھوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر تم کو میرا رہنا اور احکام الہی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے تو میرا تو اللہ ہی پر بھروسہ ہے تم اپنی تدبیر مع اپنے شرکاء کے پختہ کرلو، پھر تمہاری تدبیر تمہاری گھٹن کا باعث نہ ہونی چاہیے پھر میرے ساتھ کرگزرو اور مجھ کو مہلت نہ دو۔

لمبی دعوت، سالہا سال انتظار، نیز قوم کی تکذیب کے بعد نوح علیہ السلام نے اللہ پر توکل کیا ،اور معاملے کو اللہ کے سپرد کیا، اسلامی دعاۃ کو چاہیئے کہ وہ اس طریقے کو اپنائیں، دعوت میں درپیش مشکلات ومصائب پر صبر کریں اور اس راستے میں اللہ پر توکل رکھیں۔

(۳) قضاء کے ساتھ توکل کا حکم: فرمان الہی ہے:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ (الشوری: ۱۰)

اور جس جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف ہے یہی اللہ میرا رب ہے

جس پر میں نے بھروسہ کر رکھا ہے اور جس کی طرف میں جھکتا ہوں۔

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ قاضی حق کے ساتھ فیصلہ کریں اور انہیں چاہیے کہ وہ اللہ پر توکل کریں تاکہ حق کے ساتھ فیصلہ کرنے میں ان کے ساتھ اللہ کی مدد شامل حال رہے۔

(۴) جہاد کے ساتھ توکل کا حکم: وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ ٱلْمُؤْمِنِينَ مَقَٰعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٢١﴾ إِذْ هَمَّت طَّآئِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا وَٱللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ ﴿١٢٢﴾ (آل عمران: ۱۲۱-۱۲۲)

(اے نبی! اس وقت کو بھی یاد کرو) جب صبح ہی صبح آپ اپنے گھر سے نکل کر مسلمانوں کو میدان جنگ میں لڑائی کے مورچوں پر باقاعدہ بٹھا رہے تھے اللہ تعالی سننے جاننے والا ہے جب تمھاری دو جماعتیں پست ہمتی کا ارادہ کر چکی تھیں اللہ تعالی ان کا ولی اور مددگار ہے اور اسی کی پاک ذات پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے مومنین کو توکل کرنے اور اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھنے کا حکم دیا، باوجود یہ کہ وہ جنگ کی مکمل تیاری میں تھے اس لئے کہ اللہ ہی حقیقی مددگار اور غلبہ دینے والا ہے۔

اس بات کو اللہ تعالی نے اپنے اس قول سے مزید واضح کیا ہے: إِن يَنصُرْكُمُ ٱللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا ٱلَّذِى يَنصُرُكُم مِّنۢ بَعْدِهِۦ ۗ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ (آل عمران: ۱۶۰)

اگر اللہ تعالی تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمھیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمھاری مدد کرے؟ ایمان والوں کو اللہ ہی کی ذات پر بھروسہ رکھنا

چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہی کمزوری کے وقت مددگار ہے: يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ إِذۡ هَمَّ قَوۡمٌ أَن يَبۡسُطُوٓاْ إِلَيۡكُمۡ أَيۡدِيَهُمۡ فَكَفَّ أَيۡدِيَهُمۡ عَنكُمۡۖ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۚ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ ﴿١١﴾ (المائدۃ:۱۱)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو احسان تم پر کیا ہے اسے یاد کرو جب کہ ایک قوم نے تم پر دست درازی کرنی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم تک پہونچنے سے روک دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

اور وہی قوت کے وقت بھی مددگار ہے: وَيَوۡمَ حُنَيۡنٍ إِذۡ أَعۡجَبَتۡكُمۡ كَثۡرَتُكُمۡ فَلَمۡ تُغۡنِ عَنكُمۡ شَيۡـٔٗا (التوبۃ:۲۵)

اور حنین کی لڑائی والے دن بھی جب کہ تمھیں اپنی کثرت پر ناز ہو گیا تھا لیکن اس نے تمھیں کوئی فائدہ نہ دیا۔

اور موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ہے: قَالُواْ يَٰمُوسَىٰٓ إِنَّ فِيهَا قَوۡمٗا جَبَّارِينَ وَإِنَّا لَن نَّدۡخُلَهَا حَتَّىٰ يَخۡرُجُواْ مِنۡهَا فَإِن يَخۡرُجُواْ مِنۡهَا فَإِنَّا دَٰخِلُونَ ﴿٢٢﴾ قَالَ رَجُلَانِ مِنَ ٱلَّذِينَ يَخَافُونَ أَنۡعَمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِمَا ٱدۡخُلُواْ عَلَيۡهِمُ ٱلۡبَابَ فَإِذَا دَخَلۡتُمُوهُ فَإِنَّكُمۡ غَٰلِبُونَۚ وَعَلَى ٱللَّهِ فَتَوَكَّلُوٓاْ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ ﴿٢٣﴾ (المائدۃ:۲۲-۲۳)

انھوں نے جواب دیا کہ اے موسیٰ وہاں تو زور آور سرکش لوگ ہیں اور جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں، ہم تو ہرگز وہاں نہ جائیں گے ہاں اگر وہ ہاں سے نکل جائیں پھر تو ہم

(بخوشی) چلے جائیں گے، دو شخصوں نے جو خدا ترس لوگوں میں سے تھے جن پر اللہ کا فضل تھا کہا کہ تم ان کے پاس دروازے میں تو پہنچ جاؤ دروازے میں قدم رکھتے ہی یقینا تم غالب آجاؤ گے اور تم اگر مومن ہو تو تمہیں اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔

بنواسرائیل کے مورث اعلی حضرت یعقوب علیہ السلام کا مسکن بیت المقدس تھا، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں یہ لوگ مصر جا کر آباد ہو گئے تھے اور تب سے مصر ہی میں رہے جب تک موسیٰ علیہ السلام انھیں راتوں رات (فرعون سے چھپ کر) مصر سے نکال نہیں لے گئے تھے اس وقت بیت المقدس پر عمالقہ کی حکمرانی تھی جو ایک بہادر قوم تھی، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ بیت المقدس میں آباد ہونے کا عزم کیا تو اس کے لئے وہاں قابض عمالقہ سے جہاد ضروری تھا۔

(۵) مقام صلح وآشتی میں توکل کا حکم: وَإِن جَنَحُواْ لِلسَّلۡمِ فَٱجۡنَحۡ لَهَا وَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱللَّهِۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡعَلِيمُ ﴿٦١﴾ (الأنفال:٦١)

اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی صلح کی طرف جھک جا، اور اللہ پر بھروسہ رکھ یقینا وہ بہت سننے جاننے والا ہے۔

یعنی اگر حالات جنگ کے بجائے صلح کے متقاضی ہوں اور دشمن بھی مائل بہ صلح ہو تو صلح کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر صلح سے دشمن کا مقصد دھوکہ اور فریب ہو تب بھی گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ بعض لوگوں کو یہ بات بڑی عجیب لگتی ہے کہ مقام صلح میں توکل کا کیا فائدہ؟

جبکہ اس مقام میں توکل کے فوائد کی نظیریں موجود ہیں، جیسے صلح حدیبیہ، اس صلح کے لئے صحابہ کرام دلی طور سے عدم اطمینان محسوس کررہے تھے لیکن آپ ﷺ نے اللہ پر بھروسہ

رکھتے ہوئے صلح کر لی، اور اسی کو فتح مبین کہا گیا، اس صلح سے مسلمانوں کو بڑا فائدہ ہوا، جوق درجوق لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔

(۶) مشورہ کے ساتھ توکل کا حکم: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلْقَلْبِ لَٱنفَضُّوا۟ مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَٱعْفُ عَنْهُمْ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى ٱلْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَوَكِّلِينَ (آل عمران:۱۵۹)

اللہ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان یا سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے سو آپ ان سے درگزر کریں اور ان کے لئے استغفار کریں اور کام کا مشورہ ان سے کیا کریں پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کریں بے شک اللہ تعالی توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ مشورہ اسباب کو اختیار کرنے کے قبیل سے ہے اور کسی بھی مراد کو پانے کا حقیقی سبب توکل علی اللہ ہے۔

بڑے بڑے منصب اور اونچے عہدوں پر فائز لوگوں کی طرف دیکھیں کہ ان میں کا ایک شخص کیسے سیکڑوں کی تعداد میں مشورہ دینے والوں کو جمع کرتا ہے، اور وہ مشورہ دیتے ہیں، اور مشورہ لینے کے بعد انھیں پتہ چلتا ہے کہ وہ غلطی پر تھے، لہذا مشورہ جو کہ اسباب کی قبیل سے ہے اس کے فورا بعد اللہ پر توکل کرنا چاہیے۔

(۷) طلب رزق کے ساتھ توکل کا حکم ﴿وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّهُۥ مَخْرَجًا ۝٢ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ بَـٰلِغُ أَمْرِهِۦ ۚ قَدْ جَعَلَ ٱللَّهُ لِكُلِّ شَىْءٍ قَدْرًا ۝٣﴾ (الطلاق:۲-۳)

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے، اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوتا ہے، اللہ تعالی اپنا کام پورا کر کے ہی رہے گا، اللہ تعالی نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

(المعجم الکبیر ۹/ ۱۳۳) میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی کتاب میں توکل کے سلسلے میں سب سے عظیم ہے آیت ﴿ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجۡعَل لَّهُۥ مَخۡرَجٗا ۝٢ وَيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ

ترجمہ: اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے، اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ فَإِنَّ نَفْساً لَنْ تَمُوتَ حَتَّى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا وَإِنْ أَبْطَأَ عَنْهَا فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ خُذُوا مَا حَلَّ وَدَعُوا مَا حَرُم۔ (ابن ماجہ ۲۱۴۴)

اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اچھے طریقے سے روزی طلب کرو کیونکہ کوئی انسان اپنا رزق پورا کئے بغیر نہیں مرے گا اگر چہ اس (رزق کے حصول) میں دیر ہو جائے چنانچہ اللہ سے ڈرو اور اچھے طریقے سے روزی طلب کرو جو حلال ہے لے لو اور جو حرام ہے اسے چھوڑ دو۔

(۸) عہد و پیمان کے وقت توکل کا حکم: قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿ فَأَرۡسِلۡ مَعَنَآ أَخَانَا (یوسف: ٦٣)

اب آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیجئے۔ انھوں نے جواب دیا:

لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّىٰ تُؤْتُونِ مَوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَن يُحَاطَ بِكُمْ ۖ فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ (یوسف:٦٦)

میں تو اسے ہر گز ہر گز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب کی تم اللہ کو بیچ میں رکھ مجھے قول وقرار نہ دو کہ تم اسے میرے پاس پہونچا دو گے سوائے اس ایک صورت کے کہ تم سب گرفتار کر لئے جاؤ، جب انھوں نے پکا قول وقرار دے دیا تو انھوں نے کہا ہم جو کچھ کہتے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے۔

نیز فرمایا : وَقَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِن بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۖ وَمَا أُغْنِي عَنكُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ ۖ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ (یوسف:٦٧)

اے میرے بچو! تم سب ایک دروازے سے نہ جانا بلکہ کئی جدا جدا دروازوں میں سے داخل ہونا میں اللہ کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو تم سے ٹال نہیں سکتا حکم صرف اللہ ہی کا چلتا ہے میرا کامل بھروسہ اسی پر ہے اور ہر ایک بھروسہ کرنے والے کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

(۹) اللہ کے راستے میں ہجرت کے وقت توکل:

انسان ہجرت کے وقت اپنی جائے پیدائش، اپنے گھر بار آل اولاد سب کو چھوڑنے والا ہوتا ہے اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ گھڑی بڑی تکلیف دہ ہوتی ہے لیکن توکل علی اللہ اس کو آسان بنا دیتا ہے۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ

يَتَوَكَّلُونَ ﴿٤٢﴾ (النحل:٤١-)

جن لوگوں نے ظلم برداشت کرنے کے بعد اللہ کی راہ میں ترک وطن کیا ہے ہم انھیں بہتر سے بہتر ٹھکانا دنیا میں عطا فرمائیں گے اور آخرت کا ثواب تو بہت ہی بڑا ہے کاش! کہ لوگ اس سے واقف ہوتے وہ جنھوں نے دامن صبر نہ چھوڑا اور اپنے پالنے والے ہی پر بھروسہ کرتے رہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا توکل دیکھیں ہجرت کے سفر میں جب آپ کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ اللہ فرماتا ہے:

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ ٱللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ثَانِىَ ٱثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِى ٱلْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَٰحِبِهِۦ لَا تَحْزَنْ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُۥ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ٱلسُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ ٱللَّهِ هِىَ ٱلْعُلْيَا ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٠﴾ (التوبة:٤٠)

اگر تم ان کی مدد نہ کرو تو اللہ ہی نے ان کی مدد کی ،اس وقت جبکہ اسے کافروں نے (دیس) سے نکال دیا تھا دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے، پس جناب باری نے اپنی طرف سے تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنھیں تم نے دیکھا ہی نہیں اس نے کافروں کی بات پست کردی اور بلند وعزیز تر تو اللہ کا کلمہ ہی ہے۔

(۱۰) آخرت طلب کرتے ہوئے اللہ پر توکل: اللہ فرماتا ہے:

فَمَآ أُوتِيتُم مِّن شَىْءٍ فَمَتَٰعُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ وَمَا عِندَ ٱللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا۟

وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٣٦﴾ الشوری:٣٦)

تو تمھیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ زندگانی دنیا کا کچھ یونہی سا اسباب ہے اور اللہ کے پاس جو ہے وہ اس سے بدرجہ بہتر اور پائیدار ہے وہ ان کے لئے ہے جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

اس مقام سے بڑھ کر کوئی مقام ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ آخرت کی کامیابی یہی انسان کی تمنا ہے، اور اسے ہر مومن طلب کرتا ہے، مومنوں کو چاہیے کہ وہ آخرت کے گھر کو طلب کرتے ہوئے اللہ تعالی پر بھروسہ رکھیں۔

توکل علی اللہ کے فوائد

(۱) جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے: بعض سلف نے کہا ہے :
اللہ تعالی نے ہر عمل کی جزا اسی کی جنس سے رکھی ہے، لیکن اللہ پر توکل کی جزا خود اپنے آپ کو اس کے لئے کافی ہونا بتایا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجۡعَل لَّهُۥ مَخۡرَجٗا ۝٢ وَيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُۚ وَمَن يَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسۡبُهُۥٓۚ إِنَّ ٱللَّهَ بَٰلِغُ أَمۡرِهِۦۚ قَدۡ جَعَلَ ٱللَّهُ لِكُلِّ شَيۡءٖ قَدۡرٗا ۝٣﴾ (الطلاق:۲-۳)

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے، اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوتا ہے، اللہ تعالی اپنا کام پورا کر کے ہی رہے گا، اللہ تعالی نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید المتوکلین تھے اس لئے اللہ نے ضمانت لی کہ اللہ آپ کے لئے کافی ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ حَسۡبُكَ ٱللَّهُ وَمَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ۝٦٤﴾ (الأنفال:٦٤)

اے نبی! تجھے اللہ کافی ہے اور ان مؤمنوں کو جو تیری پیروی کر رہے ہیں

دوسری آیت میں ارشاد ہے: ﴿وَإِن يُرِيدُوٓاْ أَن يَخۡدَعُوكَ فَإِنَّ حَسۡبَكَ ٱللَّهُۚ هُوَ ٱلَّذِيٓ أَيَّدَكَ بِنَصۡرِهِۦ وَبِٱلۡمُؤۡمِنِينَ ۝٦٢﴾ (الأنفال:٦٢)

اگر وہ تجھ سے دغا بازی کرنا چاہیں گے تو اللہ تجھے کافی ہے اسی نے اپنی مدد سے مومنوں سے تیری تائید کی ہے

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ ''حسبہ'' کے معنی کافی ہونے والے کے ہیں اور جس کے لئے اللہ کافی ہو اور بچانے والا ہو اس کا دشمن اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا۔سوائے اس تکلیف کے جس کا وقوع تقدیر میں لکھا جا چکا ہے، اور جس سے چارہ نہیں جیسے گرمی، سردی، بھوک، پیاس وغیرہ، رہی ایسی کوئی تکلیف جس سے دشمن اس کے خلاف اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائے تو ایسا ممکن نہیں ہے۔(بدائع الفوائد ۲/ ۴۶۵)

(۲) دشمن کے خلاف مدد کا وعدہ: جو اللہ پر توکل کرتا ہے، اللہ دشمن کے خلاف اس کی مدد کرتا ہے اور مدد کے اسباب مہیا فرماتا ہے، صحابہ کرام نے اس چیز کو خوب جان لیا تھا، فرمان الٰہی ہے:

وَقَالُوا۟ حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ فَٱنقَلَبُوا۟ بِنِعْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوٓءٌ وَٱتَّبَعُوا۟ رِضْوَٰنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ (آل عمران:۱۷۲-۱۷۳

اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کی نعمت وفضل کے ساتھ یہ لوٹے انہیں کوئی برائی نہ پہنچی، انھوں نے اللہ تعالی کی رضامندی کی پیروی کی اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

نیز ارشاد ہے : وَلَمَّا رَءَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلْأَحْزَابَ قَالُوا۟ هَـٰذَا مَا وَعَدَنَا ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَصَدَقَ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّآ إِيمَـٰنًا وَتَسْلِيمًا (الأحزاب:۲۲)

اور ایمان داروں نے جب (کفار کے لشکروں) کو دیکھا (بے ساختہ) کہہ اٹھے! کہ انہیں کا وعدہ ہمیں اللہ تعالی نے اور اس کے رسول نے دیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ

فرمایا اور اس چیز نے ان کے ایمان میں اور شیوۂ فرمانبرداری میں اور اضافہ کر دیا۔

(۳) بغیر حساب وکتاب جنت میں داخلہ: امت محمدیہ کے ستّر ہزار لوگ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے، اور یہ فضیلت توکل کی بناء پر ہوگی۔

عن ابن عَبَّاسٍ رضي الله عنهما، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ، وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ، وَالنَّبِيَّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ، إِذْ رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ، فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ أُمَّتِي، فَقِيلَ لِي: هَذَا مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْمُهُ، وَلَكِنْ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ، فَقِيلَ لِي: انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ الْآخَرِ، فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ، فَقِيلَ لِي: هَذِهِ أُمَّتُكَ، وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ«. ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ، فَخَاضَ النَّاسُ فِي أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: فَلَعَلَّهُمْ الَّذِينَ صَحِبُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: فَلَعَلَّهُمْ الَّذِينَ وُلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ وَلَمْ يُشْرِكُوا بِاللَّهِ، وَذَكَرُوا أَشْيَاءَ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: »مَا الَّذِي تَخُوضُونَ فِيهِ«؟ فَأَخْبَرُوهُ، فَقَالَ: »هُمْ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ، ولا يكتوون، وَلَا يَتَطَيَّرُونَ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے تمام امتیں پیش کی گئیں میں نے دیکھا کہ کسی نبی کے ساتھ ایک گروہ ہے اور کسی کے ساتھ دو آدمی ہیں بعض نبی ایسے بھی تھے کہ ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا آخر میرے سامنے ایک بڑی بھاری جماعت آئی ۔ میں نے سوچا کہ یہ میری امت کے لوگ ہیں؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے پھر کہا گیا

کہ آسمان کے کناروں کی طرف دیکھو، میں نے دیکھا تو ایک بہت بڑی جماعت تھی پھر کہا گیا کہ دوسرے کنارے کی طرف دیکھو میں نے دیکھا تو بہت بڑی جماعت تھی، بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور اس میں ستر ہزار لوگ ایسے ہیں جو حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔ اس کے بعد آپ (اپنے حجرہ میں) تشریف لے گئے اور کچھ تفصیل نہیں فرمائی لوگ ان جنتیوں کے بارے میں بحث کرنے لگے کسی نے کہا: شاید یہ اللہ کے نبی کے صحابہ ہوں گے، کسی نے کہا: شاید یہ وہ لوگ ہوں گے جو اسلام میں پیدا ہوئے اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو وغیرہ، تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا: تم کیا باتیں کر رہے ہو تو لوگوں نے بتایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے، فال نہیں نکالتے اور داغ کر علاج نہیں کرتے بلکہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ رواہ البخاری (۵۷۰۵) ومسلم (۲۲۰)

(۳) رزق کا حصول: اگر انسان اللہ پر کما حقہ توکل کرے تو اسے رزق سے نوازا جاتا ہے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لوْ أَنَّكُم كُنْتُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى الله حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرُزِقْتُمْ كَمَا يُرْزَقُ الَّطيْرُ، تَغدُو خِمَاصًا، وتَرُوحُ بِطاناً

اگر تم لوگ اللہ پر اس طرح بھروسہ کرو جیسے اس پر بھروسہ کرنے کا حق ہے تو وہ تمھیں اس طرح رزق دے جیسے پرندوں کو رزق دیتا ہے وہ صبح (گھونسلوں سے) بھوکے روانہ ہوتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس آتے ہیں (ابن ماجہ ۴۱۶۴ (ترمذی ۲۳۴۴)

پرندوں کا توکل یہ ہے کہ وہ رزق جمع کر کے نہیں رکھتے بلکہ وہ ہر صبح اپنے گھونسلوں سے رزق کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں، انھیں یقین ہوتا ہے کہ اللہ ضرور رزق سے نوازے گا انسان عام طور سے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے گھبراتا ہے حالانکہ اسے یقین

رکھنا چاہیے کہ جس طرح اللہ نے اسے اب رزق دیا ہے، مستقبل میں بھی دے گا۔

(۴) آل واولاد کی حفاظت: اسی وجہ سے یعقوب علیہ السلام نے جب اپنے بیٹوں کو نصیحتیں کیں اس کے فوراً بعد اللہ پر توکل اور فرمایا: عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ (یوسف:٦٧)

میرا کامل بھروسہ اسی پر ہے اور ہر ایک بھروسہ کرنے والے کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ ہی حقیقی محافظ ہے، اور اسی پر آل اولاد کی حفاظت کے حوالے سے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

(۵) شیطان سے حفاظت: شیطان اللہ کے مومن بندوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، الا یہ کہ اللہ کی مشیت ہو، پھر اللہ نے مومنین کو توکل کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ ان کو شیطانی وساوس سے محفوظ رکھے۔ فرمان الٰہی ہے: وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٠﴾ (المجادلۃ:١٠)

گو اللہ کی اجازت کے بغیر وہ انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں۔

قال تعالی: {إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ} [النحل: 99].

ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر اس کا زور مطلقاً نہیں چلتا۔

اسی طرح سے جب انسان گھر سے نکلتے ہوئے ادعیہ ماثورہ کے ساتھ اللہ پر توکل کرتا ہے، تو وہ شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ يَعْنِي إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا

بِاللَّهِ يُقَالُ لَهُ كُفِيتَ وَوُقِيتَ وَتَنَحَّى عَنْهُ الشَّيْطَانُ ۔

انس بن مالک ؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب بندہ اپنے گھر سے نکلے اور یہ کلمات کہہ لے "بسم الله توكلت على الله لا حول ولا قوة إلا بالله"''اللہ کے نام سے، میں اللہ عزوجل پر بھروسہ کرتا ہوں، کسی شر یا برائی سے بچنا اور کسی نیکی یا خیر کا حاصل ہونا اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں، تو اسے یہ کہا جاتا ہے: تجھے ہدایت ملی، تیری کفایت کی گئی، اور تو بچا لیا گیا۔ (ترمذی ۳۴۲۶، امام البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے)

(٦) قلبی سکون کا حصول: انسان جتنا بھی اسباب اختیار کرلے، کچھ نہ کچھ رکاوٹیں درپیش ہوتی ہیں، جن سے انسان ناکامی کا خوف محسوس کرتا ہے اور دلی طور سے مضطرب و بے چین رہتا ہے، لیکن جب انسان اللہ پر توکل کرتا ہے اور اس بات کو سمجھ لیتا ہے کہ اللہ اس کے لئے کافی ہے وہی حقیقی متصرف و مدبر ہے اور اسی کے ہاتھوں میں نفع ونقصان کی کنجیاں ہیں، اور اسی کی طرف تمام معاملات پلٹنے والے ہیں وہی قادر مطلق اور مختار کل ہے، تو انسان ان رکاوٹوں سے نہیں ڈرتا بلکہ قلبی سکون محسوس کرتا ہے اور توکل کی وجہ سے انسان ذہنی اور اعصابی تھکن سے بچ جاتا ہے۔

اور اگر آج لوگ اللہ پر بھروسہ رکھیں، اور اپنے معاملے کو اور اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کریں قضاء وقدر پر رضامند رہیں تو خودکشی کی طرف کوئی مائل نہ ہو۔ اور اس بڑھتی ہوئی خطرناک سماجی لعنت سے ہمارا معاشرہ پاک وصاف ہو۔

(٧) عزت نفس: جب مسلمان اللہ پر توکل کرتا ہے اور اپنے معاملات کو اللہ کے حوالے کرتا ہے تو وہ عزت محسوس کرنے والا ہوتا ہے کیونکہ اس نے اس ذات پر بھروسہ کیا ہے جو عزیز ہے، اللہ فرماتا ہے: وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَإِنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٩﴾ (الأنفال: ٤٩)

یہاں غور کریں توکل کے بعد اللہ کا نام لفظ عزیز مستعمل ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جو اللہ پر توکل کرتا ہے وہ دنیا و آخرت میں عزت کو پانے والا ہوتا ہے۔

(۸) اللہ کی محبت کا حصول: اللہ متوکلین سے محبت کرتا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

{إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ} [آل عمران: ١٥٩].

ترجمہ : بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(۹) شجاعت کا حصول: جس کا دل اللہ پر توکل سے بھر جائے تو وہ بھلا کس سے خوف کھائے گا؟

اسی لئے متوکلین کے سردار یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہادروں اور پامردوں کے سردار تھے۔

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ، وَأَشْجَعَ النَّاسِ، وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَيْلَةً فَخَرَجُوا نَحْوَ الصَّوْتِ، فَاسْتَقْبَلَهُمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ، وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ، وَفِي عُنُقِهِ السَّيْفُ، وَهُوَ يَقُولُ: »لَمْ تُرَاعُوا، لَمْ تُرَاعُوا«، ثُمَّ قَالَ: »وَجَدْنَاهُ بَحْرًا«.

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ دلیر تھے ایک رات اہل مدینہ پر سخت خوف وہراس طاری ہوا تو وہ خوفناک آواز کی طرف نکلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے آگے روانہ ہوئے اور ان کا استقبال کیا جبکہ آپ پورے واقعہ کی چھان بین کر چکے تھے آپ اس وقت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ایسے گھوڑے پر سوار تھے جس پر زین نہیں تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گلے میں تلوار لٹکائی ہوئی تھی اور فرما رہے تھے مت گھبراؤ تمھیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم نے اس گھوڑے کو

سمندر (کی طرح سبک رفتار) پایا، یا (یہ) فرمایا بلاشبہ یہ (گھوڑا) سمندر ہے۔ (صحیح بخاری ۲۹۰۸)

متوکل علی اللہ کے لئے چند ضروری امور

(۱) رب سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے صفات کی معرفت: بندے کو چاہیے کہ وہ اللہ کو اس کے اسماء وصفات کے ذریعہ پہچانے وہ اپنے رب کی قدرت، اسکی عظمت وجلالت، اسکی قیومیت، اسکے قادر مطلق ہونے کی معرفت حاصل کرے۔ جب بندہ ان ساری چیزوں کو جانے گا، تو اللہ پر کما حقہ توکل کر سکے گا کیونکہ اس کے علم میں یہ بات ہوگی کہ اس نے اپنا معاملہ قوت وعزت والے رب کے سپرد کیا ہے۔

(۲) توحید میں پختگی: جس قدر بندہ توحید میں مضبوط ہوگا اسی قدر اس کا اللہ پر توکل مضبوط ہوگا۔ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَقُلْ حَسْبِىَ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَهُوَ رَبُّ ٱلْعَرْشِ ٱلْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾ (التوبۃ: ۱۲۹)
پھر اگر روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔

(۳) تمام امور میں اللہ پر توکل کرنا: ایسا نہیں جیسے بعض جہلاء کرتے ہیں، اسباب کی عدم موجودگی میں تو اللہ پر توکل کرتے ہیں، اور اسباب کی موجودگی میں اس کو بھول کر اسباب سے چمٹ جاتے ہیں اور اسباب پر ہی کلی بھروسہ واعتماد کرنے لگتے ہیں

(۴) حسن ظن: جب بندہ اللہ پر توکل کرے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے تئیں حسن ظن رکھے، اور یہ جان لے کہ اس نے جس ذات پر توکل کیا ہے وہ اس کو کافی ہے، اور دنیا کے آنے جانے سے مضطرب نہ ہو۔ حدیث قدسی ہے اللہ فرماتا ہے "انا عند ظن

عبدی بی ''میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں، حسن ظن توکل علی اللہ کی دعوت دیتا ہے اور توکل علی اللہ میں حسن ظن ضروری ہے۔

(۵) دل کو اللہ کے سپرد کرنا: جس طرح ایک غلام اپنے آپ کو اپنے آقا کے سپرد کر دیتا ہے اور مکمل طور سے اس کا مطیع وفرمانبردار ہوتا ہے، اگر اسی طرح بندہ اپنے سارے معاملات اللہ کے سپرد کر دے تو توکل حاصل کر لیتا ہے۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

إذا ابتُليتَ فثِقْ باللهِ وارضَ به

إنَّ الذي يَكْشف البلوى هو اللهُ

اذا قضى اللهُ فاستَسلِم لقُدرته

ما لامرئٍ حيلةٌ فيما قَضى اللهُ

اليأسُ يقطع أحيانًا بصاحبِه

لا تيأسنّ فنعم القادر الله

جب تم آزمائے جاؤ تو اللہ پر بھروسہ کرو اور اس سے راضی ہو جاؤ، کیونکہ مصیبتوں کو اللہ ہی دور کرنے والا ہے، جب اللہ تعالی کسی چیز کا فیصلہ کرے تو اس کی قدرت کے سامنے جھک جاؤ، کیونکہ اللہ کے فیصلے کو کوئی ٹالنے والا نہیں، مایوسی بسا اوقات انسان کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے، تم اللہ کی ذات سے ہرگز مایوس نہ ہونا، کیونکہ اللہ بہترین قدرت والا ہے۔ (المستطرف ۱۵۱/۲)

(٦) معاملے کو اللہ کے سپرد کرنا: فَسَتَذْكُرُونَ مَآ أَقُولُ لَكُمْ ۚ وَأُفَوِّضُ أَمْرِىٓ إِلَى ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ بَصِيرٌۢ بِٱلْعِبَادِ ﴿٤٤﴾ (غافر:٤٤)

ترجمہ : پس آگے چل کر تم میری باتوں کو یاد کرو گے میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں بیشک اللہ تعالیٰ بندوں کا نگراں ہے۔

وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجۡعَل لَّهُۥ مَخۡرَجٗا ۝٢ وَيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ (الطلاق ۲، ۳)

ترجمہ : جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو۔

ابن قیم رحمہ اللہ اپنے استاذ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں: قدر کو دو چیزیں احاطہ کئے ہوئے ہیں: توکل اور رضا مندی کا اظہار، لہٰذا جس نے کام سے پہلے اللہ پر توکل کیا اور بعد میں نتیجہ سے راضی ہوا، اس نے عبودیت کا حق ادا کر دیا۔ (مدارج السالکین)۔

اسی لئے آپ دعا استخارہ میں دیکھیں "واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی" بتو توکل علی اللہ مقدور کے وقوع سے پہلے سپردگی اور مقدور کے وقوع کے بعد رضا مندی کا نام ہے۔

(۷) اسباب اور مسببات کو ثابت کرنا اور اس پر ایمان رکھنا کہ یہ بذات خود مؤثر نہیں ہیں:

اسباب کا انکار کرنے والا انسان غبی اور مجنون ہے اور اللہ کی قدرت کو چھوڑ کر صرف اسباب پر اعتماد کرنا شرک ہے۔

قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْقِلُهَا وَأَتَوَكَّلُ أَوْ أُطْلِقُهَا وَأَتَوَكَّلُ قَالَ اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ۔

ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: میں اونٹی کو باندھوں پھر اللہ پر توکل کروں یا اس کو چھوڑ کر اللہ پر توکل کروں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو باندھ اور پھر اللہ پر توکل کر۔

اور کبھی کبھی انسان اسباب میں سے کوئی سبب نہیں پاتا سوائے دعا کے، اور دعا بہترین سبب ہے۔

اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو اسباب اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے: اللہ فرماتا ہے: هُوَ ٱلَّذِي جَعَلَ لَكُمُ ٱلۡأَرۡضَ ذَلُولٗا فَٱمۡشُواْ فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُواْ مِن رِّزۡقِهِۦۖ وَإِلَيۡهِ

ٱلنُّشُورُ (الملک:۱۵)

وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو پست ومطیع کر دیا تا کہ تم اس کی راہوں میں چلتے پھرتے رہو اور اللہ کی روزیاں کھاؤ [پیو] اسی کی طرف [تمہیں] جی کر اٹھ کھڑا ہونا ہے

﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُواْ فِى ٱلْأَرْضِ وَٱبْتَغُواْ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ وَٱذْكُرُواْ ٱللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٠﴾ (الجمعۃ:۱۰)

پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو تا کہ تم فلاح پالو۔

﴿ وَءَاخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِى ٱلْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ (المزمل:۲۰)

بعض دوسرے زمین میں چل پھر کر اللہ کا فضل (یعنی روزی بھی) تلاش کریں گے۔

اور جب امام احمد رحمہ اللہ سے ایسے لوگوں کے بارے میں سوال کیا گیا جو توکل کا باطل گمان لئے رہتے ہیں اور کہتے ہیں ہم بیٹھے رہیں گے، ہمارے رزق کی ذمہ داری اللہ پر ہے۔تو انھوں نے فرمایا: یہ انتہائی گھٹیا بات ہے، کیا اللہ نے نہیں فرمایا ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا نُودِىَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوْمِ ٱلْجُمُعَةِ فَٱسْعَوْاْ إِلَىٰ ذِكْرِ ٱللَّهِ وَذَرُواْ ٱلْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٩﴾ فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُواْ فِى ٱلْأَرْضِ وَٱبْتَغُواْ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ وَٱذْكُرُواْ ٱللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٠﴾ (الجمعۃ:۹-۱۰)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو تا کہ تم فلاح پالو۔

توکل کے منافی امور

(۱) بدشگونی اور بدفالی: یعنی انسان کوئی چیز سنے یا دیکھے اور اس سے بدشگونی لے، اور یہ گمان کرے کہ ان کے سبب وہ اپنے مقصود تک نہیں پہنچ سکے گا چنانچہ اپنے لئے اس کام کو جاری رکھنا مناسب نہ سمجھے۔

بدشگونی توکل کے منافی ہے، کیونکہ جو دل اللہ اور اس پر توکل کرنے سے وابستہ ہو، اس کے لئے ممکن نہیں ہے کہ اسے اندھے کا دیکھنا، یا پرندے کا شمال کی طرف اڑ جانا، بلی کا راستہ کاٹ جانا، اس عمل سے باز رکھے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اپنی امت کو ڈرایا ہے۔آپ فرماتے ہیں: ''لا طیرۃ'' بدشگونی نہیں۔

لہٰذا بدفالی وبدشگونی صرف توکل کے منافی نہیں بلکہ یہ بندے کی توحید کے منافی ہے۔

(۲) نجومیوں یا کاہنوں کے پاس جانا: توکل کے منافی امور میں سے یہ بھی ہے، کہ انسان غیب، نیز مستقبل کی خبروں کو جاننے کے لئے کاہن اور عرّاف کے پاس جائے۔اگر مومن واقعی اللہ پر توکل کرنے والا ہے تو وہ اللہ کو چھوڑ کر کسی اور در کا قصد نہیں کرے گا، اور نہ ہی مستقبل کو جاننے کی طلب کرے گا بالخصوص اس سے جو غیب بتلا ہی نہیں سکتا۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

لما أراد علي بن أبي طالب أن يسافر لقتال الخوارج عرض له مُنَجِّمٌ فقال: يا أمير المؤمنين لا تسافر؛ فإن القمر في العقرب، فإنك إن سافرت والقمر في العقرب هزم أصحابك. أو كما قال. فقال علي: بل نسافر ثقة بالله وتوكلاً على الله وتكذيباً لك. فسافر فبورك له في ذلك

السفر حتى قتل عامة الخوارج).(٥٧/ ١) الفتاوى الكبرى۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خوارج سے قتال کے لئے سفر کرنے کا ارادہ فرمایا، تو ایک نجومی آپ کے پاس آیا اور کہا اے امیر المومنین آپ سفر نہ کریں، کیونکہ چاند عقرب میں ہے اور اگر اس کے باوجود آپ سفر کریں گے تو آپ کے لشکر کو شکست ہوگی، علی رضی اللہ نے اس کے جواب میں کہا: نہیں، ہم اللہ پر بھروسہ اور توکل کرتے ہوئے اور تیری تکذیب کرتے ہوئے ضرور سفر کریں گے، آپ نے سفر کیا اور اس سفر میں آپ کو برکت ہوئی اور آپ نے اس سفر میں بہت سارے خوارج کو قتل کیا۔(الفتاوی الکبری ١ ٧ ٥) لہذا مومن کی شان یہی ہونی چاہیے کہ جب بھی کوئی بات نجومی، عراف، کاہن کی طرف سے آئے، اس پر بھروسہ اور اعتماد نہ کرے، بلکہ اس کی مخالفت کرے

(۳) تعویذ لٹکانا: توکل کے منافی امور میں سے تعویذ لٹکانا بھی ہے، جیسا کہ بعض نادان اور ناسمجھ قسم کے لوگ اپنے گلوں میں دھاگے، رنگ برنگ کے پتھر لٹکائے پھرتے ہیں، جن کو وہ غلط قسم کے لوگوں سے حاصل کرتے ہیں اور اس کے ذریعے اپنے آپ کو محفوظ تصور کرتے ہیں۔

جو اپنے آپ کو تعویذ کے حوالے کر دے اس کے پاس توکل کہاں رہا؟

(۴) درخت اور پتھروں سے تبرک حاصل کرنا: درخت اور پتھروں نیز ان چیزوں سے تبرک حاصل کرنا جن سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں ہے، یہ ساری چیزیں توکل کے منافی ہیں اور بندے کو توکل سے دور کرنے والی نیز شرک میں داخل کرنے والی ہیں۔

(۵) طلب رزق کی کوشش نہ کرنا: یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ توکل کے شروط میں سے ہے کہ اسباب اختیار کیا جائے، لہذا طلب رزق میں اسباب اختیار نہ کرنا توکل کے منافی امور میں سے ہے۔

آج کے دور میں جو چیز عام نوجوانوں میں دیکھی جا رہی ہے وہ ہے سستی اور کام کی کوشش نہ کرنا۔ آج ہر ایک حصول رزق کے لئے دوسرے پر اعتماد کرتا ہے۔ بیٹا اپنے باپ پر بھروسہ کرتا ہے، بھائی اپنے بھائی پر بھروسہ کرتا ہے، آج نوجوانوں کی اکثریت محنت اور جد وجہد نہیں کرنا چاہتی۔

کتاب وسنت سے ماخوذ رزق کے حصول کے بعض طریقے:

(ا) سب سے پہلا سب سے عظیم اور احل الحلال سبب مال غنیمت کے ذریعے رزق کا حصول ہے: فَكُلُوا۟ مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَٰلًا طَيِّبًا ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٩﴾ (الأنفال:٦٩)

ترجمہ: پس جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے خوب کھاؤ پیو اور اللہ سے ڈرتے رہو یقیناً اللہ غفور رحیم ہے۔

وقال رسول الله ﷺ وَجُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي (رواہ احمد ۵۰۹۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیر کے سائے میں میری روزی لکھ دی گئی ہے۔

(ب) ہاتھوں کی کمائی:

عَنْ الْمِقْدَامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَام كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ۔(۱) لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ(۲)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے زیادہ پاک کھانا نہیں کھایا اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے

تھے۔

دوسری روایت میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص لکڑیاں جمع کر کے گٹھا بنا کر اپنی پیٹھ پر لادلے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے وہ اسے دے یا نہ دے۔

(۱) رواہ البخاری (۲۰۷۲) (۲) رواہ البخاری (۲۰۷٤)

(ت) تجارت: یہ اکثر مہاجرین وانصار کا پیشہ رہا ہے، یہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں، مدینہ ہجرت کرنے کے بعد جب بعض انصاریوں نے نصف مال کی پیشکش کی تو لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا: (دُلوُّنی علی السُّوق) (بخاری ۵۰۷۲) مجھے بازار کا راستہ بتلادو۔

(ج) کھیتی باڑی کرنا: رزق کے اسباب میں سے یہ ایک عظیم سبب ہے، اس لئے کہ اس میں جو توکل پایا جاتا ہے کسی اور چیز میں نہیں پایا جاتا، کیونکہ کسان جب بیج بوتا ہے، کھیت کی سینچائی کرتا ہے اس کے علم میں یہ بات ہوتی ہے کہ اگر اللہ چاہے گا تو ہی کھیتی سے پودے نکلیں گے۔ اور اسی طرح آفات سے کھیتی کو اللہ ہی کی ذات محفوظ رکھ سکتی ہے۔

کتنی ہی کھیتیاں ٹڈیوں کے حملے کے سبب، قحط سالی یا کثرت بارش کے سبب بیکار ہوجاتی ہیں، اور انسان کچھ نہیں کر پاتا، لہذا کھیتی کرنے والے اصحاب اعمال میں سب سے زیادہ اللہ پر توکل کرنے والے ہوتے ہیں۔

(٦) بیماری سے شفایابی کے لئے علاج نہ کرانا: یہ بھی توکل کے منافی ہے کہ انسان بیماری کے نزول کے وقت علاج نہ کرائے، ادویہ کا استعمال نہ کرے، کیونکہ دواؤں کا استعمال کرنا بھی سبب ہے، اور اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے ''مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً'' (بخاری ۵٦۷۸) نیز اللہ کے نبی ﷺ نے علاج کرانے کا

حکم بھی دیا ہے ''تَدَاوَوْا عِبَادَ اللّٰهِ'' (ترمذی ۲۰۳۸) (ابن ماجہ ۳۴۳۶) اور دوا کرانا ہی اسباب کو اپنانا ہے جسکو اللہ نے مشروع قرار دیا ہے۔

متوکلین کے چند نمونے

ذیل میں متوکلین کے چند نمونے بطور مثال پیش خدمت ہیں :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نجد کی طرف غزوۂ ذات الرقاع سے واپس آرہے تھے کہ ایک جھاڑی والی وادی میں دوپہر کو قیلولہ کے لئے اترے، جس کو جہاں جگہ ملی وہیں آرام کرنے لگا، آپ بھی ایک ببول کے درخت کے نیچے سو گئے اور اپنی تلوار اس درخت پر لٹکا دی، جب سارے لوگ سو گئے تو بے خبری میں موقع کو غنیمت جان کر ایک مشرک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور درخت سے تلوار اتار کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہو گیا، اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی، اس کافر نے بڑے تکبر سے کہا: اے محمد! آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اطمینان وسکون سے جواب دیا: اللہ۔ یہ سننا تھا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی، اب وہ تلوار آپ نے اٹھالی اور اس کافر سے فرمایا: اب بتاؤ تم کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ اس نے کہا: کوئی نہیں! آپ نے اسے معاف کر دیا۔ (بخاری: ۳۸۲۲)۔

جب ہجرت کے موقع پر مشرکین غار سے انتہائی قریب پہنچ گئے، اسوقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: لَوْ أَنَّ اَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لِاَبْصَرَنَا، فَقَالَ: مَا ظَنُّكَ يَا اَبَا بَكْرٍ بِاْثنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا) (بخاری: ۴۴۸۰، مسلم: ۴۳۸۹)

"اگر قریش کا کوئی ایک آدمی بھی اپنا پیر ہٹا کر دیکھے تو ہمیں دیکھ لے گا، یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ان دونوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کے

ساتھ تیسرا اللہ تعالی ہے۔

صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

{حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ}، قَالَهَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَام حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَالُوا: {إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ}.

''حسبنا الله ونعم الوكيل'' ابراہیم علیہ السلام نے اسوقت کہا جب وہ آگ میں ڈالے گئے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت کہا تھا جب لوگوں نے آپ سے کہا'' کافروں نے تمھارے مقابلے پر لشکر جمع کر لئے ہیں تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا (آل عمران ۱۷۳)(بخاری ۴۵۶۳) ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔

اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھ موجود مومنین کو اسوہ اور قدوہ بنانے کا حکم دیا

ہے ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِىٓ إِبْرَٰهِيمَ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ﴾

مسلمانو! تمہارے لئے حضرت ابراہیم میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے۔

اللہ تعالی ان لوگوں کے بارے میں بیان فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے قوت ایمانی کی وجہ سے کہا تھا ﴿رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ ٱلْمَصِيرُ ٤﴾ (الممتحنۃ: ۴)

اے ہمارے پروردگار! تجھی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

اور پھر ابراہیم علیہ السلام کا توکل دیکھیں جب ان کی قوم نے ان کو آگ میں جلانے کا ارادہ کیا اور اس کی خاطر لکڑیاں جمع کی گئیں (سدی کہتے ہیں: عورت بیمار ہوتی تو وہ نذر مانتی کہ اگر وہ ٹھیک ہوگئی تو ابراہیم کو جلانے کے لئے لکڑیاں جمع کرے گی) اور پھر ان لکڑیوں کو

گڑھے میں ڈال کر آگ لگا دی گئی، شعلے بھڑک اٹھے، چنگاریاں آسمانوں سے باتیں کرتی نظر آئیں، اور ابراہیم علیہ السلام کو اس دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا گیا، تو اس وقت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے رب پر بھروسہ اور توکل دیکھیں، ابراہیم علیہ السلام نے کہا: حسبی اللہ ونعم الوکیل: میرے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، اور آگ جس کی فطرت جلانا ہے وہ گل گلزار بن گئی کیونکہ اسے حکم ہوا ﴿ قُلْنَا يَٰنَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَٰمًا عَلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ ﴿٦٩﴾ وَأَرَادُواْ بِهِۦ كَيْدًا فَجَعَلْنَٰهُمُ ٱلْأَخْسَرِينَ ﴿٧٠﴾ الأنبیاء: ٦٩-٧٠

ہم نے فرما دیا اے آگ! تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم کے لئے سلامتی (اور آرام کی چیز بن جا) گو انھوں نے ابراہیم کا برا چاہا لیکن ہم نے انھیں ناکام بنا دیا۔

موسیٰ علیہ السلام کا توکل دیکھیں جب اللہ کے نبی موسی علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات نکلے، فرعون اور اس کے لشکریوں نے پیچھا کیا، سامنے سمندر تھا پیچھے فرعون اور اس کی فوج اور دونوں جانب پہاڑ۔ اب بچاؤ کس طرح سے ممکن ہے؟ ہلاکت یقینی تھی، اسی لئے بنی اسرائیل کہنے لگے: إِنَّا لَمُدْرَكُونَ *ہم تو یقینا پکڑ لئے گئے موسیٰ علیہ السلام کا جواب دیکھیں: كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ} [الشعراء: 53-62].

موسیٰ نے کہا: ہرگز نہیں یقین مانو میرا رب میرے ساتھ ہے جو ضرور مجھے راہ دکھائے گا۔

اللہ پر توکل کا ایک اور ثمرہ دیکھنا ہو تو ہاجرہ علیہا السلام کا درج ذیل واقعہ پڑھئے، قلب کو اطمینان نصیب ہوگا اور ایمان میں تازگی اور بشاشت پیدا ہوگی، واقعہ کچھ اس طرح ہے:

جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے شیر خوار بیٹے اسماعیل اور ان کی ماں ہاجرہ علیہما السلام کو مکہ کی غیر آباد سنسان وادی میں بیت اللہ کے پاس ایک درخت کے نیچے چھوڑ کر اور ایک

مشکیزہ پانی اور کچھ کھجور دے کر واپس جانے لگے تو بے سہارا ہاجرہ نے اپنے شوہر ابراہیم سے دریافت کیا: اے ابراہیم ! آپ ہمیں اس وادی میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ جبکہ یہاں کوئی چیز ہے نہ انسان ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تک نہیں اور چلتے رہے، کئی بار دریافت کرنے پر تیسری دفعہ ہاجرہ نے پوچھا: کیا آپ کو اللہ تعالی نے اس کا حکم دیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: ہاں! اللہ نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔ یہ سن کر ہاجرہ نے جو اللہ پر توکل وبھروسہ کی بات کہی وہ تاریخ کا حصہ بن چکی ہے، انہوں نے کہا: " جب یہ بات ہے تو اللہ تعالی ہم ماں بیٹے کو ہلاک وضائع نہیں کرے گا"۔(بخاری: ۳۳۶۴)۔

حرف آخر

توکل علی اللہ کے موضوع پر آپ نے توکل کا معنی ومفہوم اور توکل اور تواکل کا فرق اچھی طرح جان لیا ہے۔اسی طرح صحیح توکل اور باطل توکل کی حقیقت سے آگاہ ہو چکے ہیں قرآن وحدیث میں توکل رکھنے والوں کے لئے کیسے کیسے انعامات ہیں اسے پڑھ چکے ہیں متوکلین کے کچھ واقعات بھی آپ کے سامنے آچکے ہیں۔

اسی طرح متوکلین کی فہرست میں پہلا نام ہمارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری سیرت پڑھئے مکہ کی زندگی دیکھئے مدینہ میں رہ کر اسباب وتدابیر کے بروئے کار لانے کے واقعات دیکھئے کہ اللہ کی ذات پر آپ کو مکمل اعتماد وبھروسہ تھا مگر ظاہری اسباب وتدابیر سے کبھی آپ نے گریز نہیں کیا غزوہ بدر میں تمام تر اسباب واسلحہ جات سمیت تین سو تیرہ مسلمانوں کو صف آرا کر دیا۔اللہ پر توکل کا یہ عالم ہے کہ آپ پوری رات اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے ہوئے فتح ونصرت کی دعاؤں میں مصروف ہیں اور پورے اعتماد وتوکل کے ساتھ فرمارہے ہیں:

''اللھم انجرلی ما عدتنی اللھم آت ما وعدتنی اللھم ان تھلک ھذہ العصابة من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض''(صحیح مسلم:۱۷۶۳)

''اے اللہ! وہ وعدہ پورا فرما جو تو نے مجھ سے کر رکھا ہے۔اے اللہ! جس فتح کی تو نے خوش خبری دے رکھی ہے آج عطا فرما۔اے اللہ! اگر آج یہ مٹھی بھر مسلمان ختم ہو گئے تو روئے زمین پر تیری عبادت کبھی نہیں ہوگی''۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس دن کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ نقل فرمائی ہے:

''اللھم انی انشدک عھدک ووعدک، اللھم: ان تشاء لاتعبد بعدالیوم''(صحیح بخاری:۴۸۷۵)

اے اللہ! میں تجھے تیرا عہد اور وعدہ یاد دلاتا ہوں۔اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد کوئی تیری عبادت کرنے والا نہیں رہے گا۔

اسی موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا دست مبارک پکڑا اور بڑے پر اعتماد لہجے میں بولے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بس اتنا کافی ہے آپ نے اپنے رب سے بہت الحاد (اصرار) کیا ہے بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زرہ پہنتے ہوئے نہایت جوش وخروش اور پر اعتماد ہو کر چھپر سے نکلے اور اس وقت آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے:(سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ)(القمر:۴۵) عنقریب جماعت شکست کھائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

غزوہ بدر کا منظر نامہ دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ ساز وسامان جنگ سے مسلح کفار کے ایک ہزار کے مقابلے میں تین سو تیرہ وہ بھی نہتے مسلمانوں کو میدان جنگ میں اتار دینا بظاہر کوئی دانشمندی نہیں تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ پر اعتماد وتوکل تھا جسے اللہ نے پورا کیا اور دشمن کو اپنی جان بچا کر راہ فرار اختیار کرنی پڑی اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ اسباب وتدابیر کو اختیار کیا ہے پھر اللہ پر توکل کیا ہے غزوۂ احد کے موقع پر جہاں آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے وہاں آپ نے پچاس تیر اندازوں کو جبل احد کے بالمقابل عینین کے ٹیلے پر بٹھا دیا اور فرمایا:

''ان رايتمونا تخطفنا الطير فلا تبرحوا مكانكم هذا حتى ارسل اليكم''(صحیح بخاری:۳۰۳۹)

''اگر تم دیکھو کہ پرندے ہماری لاشیں نوچ رہے ہیں تب بھی یہ جگہ نہ چھوڑنا جب تک میں خود تمہیں نہ بلا بھیجوں''۔

آپ نے جنگ کے لئے سارے اسباب وتدابیر اختیار کئے یہاں تک کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق خود آپ نے احد کے دن دو زرہیں پہن رکھی تھیں

مسلمان پہلے کامیاب ہوئے لیکن عینین کا ٹیلہ خالی کردینے سے کفار دوبارہ حملہ آور ہوئے اور جنگ کا نقشہ بدل گیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود زخمی ہو گئے بڑی مشکل سے کافروں کو دوبارہ منتشر کیا جا سکا اور مسلمان لوٹ کر مدینہ آئے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ فتح مکہ کے دن جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود موجود تھا۔(۱۷۴۹)

اسی طرح جب ہم سیرت پر نظر ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں کبھی اسباب ووسائل اور تدابیر کو ترک نہیں کیا ہے بلکہ مختلف مواقع پر آپ نے مختلف طریقے کے اسباب اور تدابیر پر عمل کیا ہے اور اللہ پر اعتماد وتوکل کا یہ عالم تھا کہ آپ کبھی مایوسی کا شکار نہیں ہوتے تھے اور اسی کا نام توکل ہے کہ آدمی اپنی کوشش کرے اسباب وتدابیر اختیار کرے اور نتائج وانجام کو اللہ پر چھوڑ دے یہی چیز شریعت میں مطلوب ومستحسن ہے۔

اور اسباب وتدابیر کو چھوڑ کر توکل کرنا محض ایک انسان کی خوش گمانی ہے توکل نہیں بلکہ اسے ''تواکل'' یا اتکال کہتے ہیں کیونکہ جو چیز انسان کو ترک عمل تک پہنچائے وہ اتکال ہے اس میں توکل کا کوئی حصہ نہیں ہے۔اللہ کرے توکل کا صحیح مفہوم آپ کے دل ودماغ میں جگہ پائے اور زندگی کے ہر موڑ پر وہ آپ کے لئے مشعل ہدایت بنے اور ادھر ادھر بھاگنے اور بھٹکنے کے بجائے ہم سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے مطالعہ میں رکھیں ان شاء اللہ اس سے ہمیں صحیح اور بروقت رہنمائی ملے گی۔(وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ) میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔(ھود:۸۸)

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

مجاہد الاسلام سنابلی

۲۵/ستمبر ۲۰۱۷ء

- توکل کی حقیقت کیا ہے؟
- کیا اسباب وتدابیر کا استعمال توکل کے منافی ہے؟
- نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدانِ کارزار میں زرہیں اور خود کیوں استعمال کرتے تھے؟
- نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں فرمایا: اونٹ کو باندھ کر رکھ اور اللہ پر توکل کر؟
- کیا ایک سچا مومن ہی سچا متوکل بھی ہوتا ہے؟
- کیا متوکل بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہوگا؟
- کیا متوکل تعویذ گنڈا، چھلا اور کڑا وغیرہ پہن سکتا ہے؟
- کیا کاہنوں، نجومیوں اور عرافوں کی تصدیق کرنے والے متوکل ہو سکتے ہیں؟
- خانہ ساز توکل، اتکال اور تواکل کیا ہے؟
- متوکلین کے بے سند قصوں اور کہانیوں کی حقیقت کیا ہے؟
- جی ہاں! یہ اور اس طرح کے سوالات کے تسلی بخش جوابات کے لئے سنجیدگی سے اس کتاب کا مطالعہ کریں۔
- اور اپنے حلقہ اعزہ واقارب میں عام کریں۔

(اِنۡ اُرِيۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ ؕ وَمَا تَوۡفِيۡقِىۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ) (ھود۔۸۸)

مرکز الدعوة الاسلامیه والخیریه

MARKAZUD DAWATUL ISLAMIYYAH WAL KHAYRIYYAH

- Islami Compound, Savnas, Khed, Ratnagiri, Maharashtra - 415727. Tel : 02356-262555
- Bait-us-Salaam Complex, Mahad Naka, Dist. Ratnagiri, Maharashtra - 415709. Tel : 02356-264455